REGD No P. 67

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ

بدر

قادیان

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی ۵۰-۳
ممالک غیر ۵۰-۷ روپے
فی پرچہ:- ۱۳ نئے پیسے

جلد ۸ — نمبر ۸

۱۹ تبلیغ ۱۳۳۸ ھش — ۱۰ شعبان ۱۳۷۸ھ — ۱۹ فروری ۱۹۵۹ء

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۷ فروری - سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت سے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ حضور کی عام صحت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ البتہ ٹانگ پر تا حال درد ہے اور دانت درد میں اب کچھ کمی ہے۔

احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کاملہ و عاجلہ اور درازی عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔ — قادیان ۱۵ فروری - آج پانچ بجے شام کی گاڑی حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی بخیریت پاکستان سے قادیان تشریف لے آئے آپ کی عام صحت بفضل تعالیٰ اچھی ہے۔ الحمد للہ۔
(باقی صفحہ پر)

پیشگوئی مصلح موعود

ایک عظیم الشّان نشانِ آسمانی!

آج سے ۷۳ سال قبل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے ایک عظیم الشان نشانِ رحمت عطا کئے جانے کی بشارت دی۔ اور آپ نے اسے ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں بطور پیشگوئی شائع فرمایا۔ خدا کے فضل سے یہ پیشگوئی آپ کے فرزند اور جماعت احمدیہ کے موجودہ امام ہمام کے وجود میں بطریق اتم پوری ہوئی اور ہو رہی ہے۔ ۲۰ رفروری کے اشتہار میں جس پیشگوئی کا ذکر کیا گیا ہے اس کی الہامی عبارت حسب ذیل ہے (ایڈیٹر)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے جلّ شانہٗ و عزّ اسمہٗ مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا:-

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اس کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سُنا۔ اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ مظہر الحق وَالْعُلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا"

(اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے ناظر پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

ہفت روزہ بدر قادیان ـــ مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۵۹ء

شانِ مصلح موعود

۲۰ فروری کا دن احمدیت کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ آج سے ۷۳ سال قبل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم الشان خوشخبری دی گئی۔ حضور نے اسے ایک اشتہار کے ذریعہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو شائع کر دیا۔ یہ عظیم الشان پیشگوئی کیا ہے؟ اس کے اصل الفاظ تو اس پرچہ میں پہلے صفحہ پر ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ البتہ اس کی اہمیت حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے حسب ذیل الفاظ سے بالکل عیاں ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک
عظیم الشان نشان آسمانی ہے
جس کو خدائے کریم جل شانہٗ نے
ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد
مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم
کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے
کے لئے ظاہر فرمایا ہے"
(اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء)

یہ پیشگوئی اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے حق میں نہایت صفائی سے پوری ہوئی اور آپ ہی اس کے حقیقی مصداق ہیں۔ اور یہ نشان آسمانی اپنی بیشمار عظمتوں کے باعث اس بات کا حق رکھتا ہے کہ اس کا بار بار ذکر کیا جائے اس لئے نہیں کہ اس سے کسی جماعت کے لیڈر اور پیشوا کی تعریف ہوتی ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے ساتھ اسلام اور اس کے مقدس بانی کی صداقت روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آتی ہے اور اس الحاد اور بے دینی کے زمانہ میں زندہ خدا کے وجود پر ایک پختہ دلیل اور واضح ثبوت پیش کرتی ہے۔

بموجب آفتاب آمد دلیل آفتاب حضرت مصلح موعود کا وجود باجود اور آپ کے کارنامے ایک کھلی کتاب کی طرح ہیں۔ آپ کی ستر سالہ زندگی اور اب تک ۴۵ سالہ جماعت کی کامیاب قیادت کا زمانہ اس پر شاہد ناطق ہے آپ کی قیادت میں جماعت احمدیہ کی ٹھوس اسلامی خدمات اپنوں اور غیروں سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ آپ کی ۴۵ سالہ لمبی قیادت کے زمانہ میں کئی قسم کی مخالفت کے طوفان اٹھے۔ مولوی کی آندھیاں چلیں۔ اور مخالفین کی طرف سے جماعت کو نیست و نابود کرنے کے لئے طرح طرح کے منصوبے بنائے گئے۔ مگر حضرت مصلح موعود ہی کی کامیاب قیادت تھی کہ جماعت کا ہر قدم ترقی اور سربلندی کی طرف اٹھتا چلا گیا۔ قدم قدم پر خدا کی نصرت و تائید کے چمکتے ہوتے نشان ظاہر ہوتے۔ اور اس طرح ہر نیا اٹھنے والا طوفان جماعت کو کچھ نقصان پہنچانے کی بجائے الٹا اس کی ترقی کا باعث بنا!!

جہاں تک نفس پیشگوئی کا تعلق ہے وہ بجائے خود بڑی عظمت کی حامل ہے۔ ظاہری طور پر تو اس میں محض ایک لڑکے کی پیدائش کی خبر دی گئی ہے۔ مگر اس پیشگوئی کے نتیجہ میں برگزیدہ وجود کی پیدائش کے ساتھ قادر مطلق کی قدرت کے جو سربستہ راز لپٹے ہوئے تھے اور اب وہ اپنے اپنے وقت پر منصۂ شہود پر آتے جا رہے ہیں ان میں سے ہر ایک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں بجائے خود بہت بڑا الشان صداقت ہے۔ اگر ان تمام تفصیلات کا مجمل خاکہ ذہن میں رکھ کر اس پیشگوئی کی جزئیات پر نظر ڈالی جائے۔ تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قبل از وقوع اس قسم کی خبریں دینا کسی انسان کی مقدرت میں نہیں قرآن کریم میں صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ

عالم الغیب فلا یظھر
علیٰ غیبہٖ احداً الا
من ارتضیٰ من رسول

کہ عالم الغیب خدا اپنے علم غیب سے کسی کو اطلاع نہیں بخشتا سوائے اپنے پسندیدہ بندوں کے یعنی وہ اپنے نمائندہ کے طور پر دنیا میں بھیجتا ہے۔

اب اگر اس بات پر غور کیا جائے تو یہ ایک طرف جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو ظاہر کرتی ہے وہاں آپ کے مطاع حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی صداقت پر بھی واضح دلیل ہے۔

حضرت مصلح موعود ایدہ الودود کے زمانہ خلافت میں ایمان افروز واقعات اور خدائی نصرت و تائید کا اس قدر ہجوم ہے کہ ان کا اجمالی ذکر بھی ایک دفتر کا متقاضی ہے۔ کیا بلحاظ اس کے کہ آپ کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں تیار کردہ جماعت کی بے نظیر تنظیم قائم ہوئی اور کیا بلحاظ اس کے کہ آپ ہی کی اعلیٰ اور بیدار مغز قیادت سے افراد جماعت کی اعلیٰ دینی تربیت کے سامان کئے گئے جس سے ہر مخالف کا دار ان کام ہو کر رہ جاتا رہا بوجہ اس کے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ انسان کے خلیفہ اور جانشین قرار دیا تھے جن کو دوسری اس زمانہ کی روحانی اصلاح کا فریضہ ملا اپنے پیشوا کی طرح آپ کو بھی مخالفت کے انہیں تند سیلابوں سے گزرنا پڑا۔ مگر باوجود ہر قسم کے ناموافق حالات کے ہر میدان میں فتح نصیب جرنیل کی طرح آپ کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ پھر ذاتی خوبیوں کے لحاظ سے محض خدا کے فضل سے ایسا ذہن رسا پایا کہ مشکل سے مشکل عقدہ کو آسانی سے حل کر دیا۔ پھر دلی درد اور حد درجہ خلوص اور محبت کے ساتھ دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں خود بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور اسی پاکیزہ غرض سے اپنی جماعت میں تنظیم و فعالیت کی ایسی روح پھونک دی کہ اپنے تو اپنے غیر بھی خراج تحسین ادا کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس کی تازہ مثال: مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی کے ایک حالیہ نوٹ سے ملتی ہے جو صدق جدید مجریہ ۳۰ جنوری ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔ ذرا اس نوٹ کے آخری الفاظ ملاحظہ فرمائیے جو جماعت اسلامی ہند کے اخبار کا اقتباس درج کرنے کے بعد لکھے یعنی:۔

" قادیانیوں کے سارے عیب
ایک طرف اور فعالیت اور تبلیغی
جوش و سرگرمی کا ایک ہنر دوسری
طرف تو بھاری یہی دوسرا پلہ
نکلے گا!"

اگرچہ پیشگوئی میں مصلح موعود کے ذریعہ وقوع میں آنے والے بیسیوں کارناموں کا ذکر موجود ہے۔ اور خدا کے فضل سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے ذریعہ یہ تمام باحسن وجوہ ظاہر ہوئے۔ لیکن جن خاص کارناموں کی طرف حسب ذیل الہامی عبارت میں اشارہ کیا گیا ہے وہ گویا نقطۂ مرکزی کی حیثیت رکھتے ہیں اور جملہ دیگر کارنامے اسکے گرد گھومتے یا اس کی تشریح و توضیح کرتے ہیں یعنی:۔

"تا دین اسلام کا شرف اور
کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر
ہو"

ہم دیکھتے ہیں کہ اس الحاد اور بے دینی کے زمانہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس طریق سے اسلام کو ایک زندہ اور خدا نما مذہب کے رنگ میں پیش کیا اور اس پر بطور ثبوت کے خدا تعالےٰ کی تازہ بتازہ وحی اور الہام کے نزول اور پیشگوئیوں کے پورا ہونے سے ہر مخالف کو ساکت و صامت کیا اسی طرح آپ کے سچے جانشین حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ الودود دوسرے ایسے روحانی مقابلہ میں بجل جلیل کی طرح کلے حضور کے بیسیوں رؤیا کشوف نہایت صفائی سے پورے ہو کر ہر غیر متعصب متلاشی حق کی ہدایت اور ایک مومن کے لئے ازدیاد ایمان کا باعث بنتے ہیں۔ اسی طرح جماعت کے ہزاروں ہزار افراد حضرت مصلح موعود کی قبولیت دعا کے زندہ گواہ ہیں۔ جبکہ خالص طور پر حضور کی برکت سے ان لوگوں کو مختلف قسم کے مصائب و مشکلات سے نجات ملی اُن کی دلی مرادیں پوری ہوئیں۔ پس یہ سب حقائق حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالےٰ کے تعلق باللہ پر ایک بین دلیل ہے

پھر مخصوص طور پر کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کرنے کے سلسلہ میں فی الواقع مصلح موعود بفضلہ تعالےٰ مسیح موعود علیہ السلام کی نظیر قرار پاتے ہیں۔ ذرا حضرت مسیح موعود ایدہ اللہ تعالےٰ کے ذریعہ جماعت احمدیہ کی اُن مساعی کو اپنے ذہن میں مستحضر کیجئے جو دنیا کی مشہور تیرہ زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع کرنے کے سلسلہ میں جاری ہیں۔ اور اس کے ساتھ ان ہی ممالک میں اُن کی زبانوں میں دیگر اسلامی لٹریچر کی اشاعت کے اہتمام کا بھی جائزہ لیجئے کہ کس طرح خدا تعالےٰ اس مقدس وجود کو اس بات کی توفیق دے رہا ہے کیا یہ سب باتیں اس بات کا ثبوت نہیں کہ خدا کا پاک الہام اس مبارک وجود میں نہایت صفائی سے پورا ہوا۔ اس بات کی اہمیت سے وہی لوگ زیادہ لُطف اُٹھا سکتے ہیں جن کی نگاہ اس وقت کے عالمی حالات پر وسیع ہے۔ یہ اسلئے کہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ کس طرح اس وقت دنیا کا ایک طبقہ اسلام کی طرف غیر معمولی طور پر رجوع کر رہا ہے۔ اور کلام مجید اور اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کے ساتھ اس کی دلچسپی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں اخبار الجمعیتہ دہلی میں شائع ہونے والی ایک تازہ خبر سے کسی قدر اندازہ لگایا جا سکتا ہے:۔

"کراچی ۸ فروری۔ آج یہاں پر معلوم ہوا ہے کہ دنیا میں قرآن پاک کے انگریزی ترجموں اور اسلامیات سے متعلق لٹریچر کی مانگ میں زبردست اضافہ ہو گیا ہے اور ان کتابوں کی مقبولیت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ مانگ کو پورا کرنا مشکل ہو گیا"

اس خبر میں غور طلب بات یہ ہے کہ دنیا کے انداز فکر اور توجہ میں یہ تبدیلی کیسے آگئی؟ ہمارا یقین ہے کہ یہ اُسی قادر و توانا کا مخفی تصرف ہے جس نے آج سے پونے چودہ سو سال پہلے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی خبر دے رکھی تھی اور جس کی حکمت کاملہ نے حضرت مصلح موعود کو بر وقت قرآن مجید کے تراجم اور اسلامی لٹریچر کی مختلف زبانوں میں نہ صرف اشاعت کی راہنمائی فرمائی۔ بلکہ اکناف عالم میں اپنی لبساط کے مطابق اسلامی مبلغین کا ایک جال بچھا دیا گیا۔ (باقی صفحہ ۳ پر)

خطبہ جمعہ

ہماری جماعت کا فرض ہے کہ وہ خواتین کی دینی تعلیم کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرے

جن عورتوں نے اسلام کو اچھی طرح سمجھ لیا انہوں نے اخلاص اور ایمان کا نہایت اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے

جمعہ اسلام کے نہایت اہم ارکان میں سے ہے عورتوں کو اس میں ضرور شریک ہونا چاہیئے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۶ دسمبر ۱۹۵۸ء بمقام ربوہ

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-
یوں تو عام طور پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کا

خطبہ مختصر کیا کرتے تھے

اور نماز لمبی پڑھاتے تھے۔ اور اس کا آپ کے صحابہؓ پر اس قدر اثر تھا کہ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے۔ تو آپ خطبہ کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے۔ اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد عربی کا خطبہ پڑھا اور نیچے اتر آئے۔ لیکن آج تو ضرورت کی وجہ سے بھی خطبہ مختصر پڑھنا چاہیئے۔ اور پھر میری صحت بھی اسباب کا تقاضہ کرتی ہے کہ خطبہ مختصر ہو۔ کیونکہ اگر خطبہ یا نماز لمبی ہو جائے۔ تو بعد کی تقریروں میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے مجبوری کے طور پر بھی جلسہ کے دنوں میں خطبہ کو مختصر کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ آج میں اختصار کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ

جمعہ اسلام کے نہایت اہم ارکان میں سے ہے

قرآن کریم اس کے متعلق فرماتا ہے کہ
اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔
یعنی جب جمعہ کی اذان ہو تو تم جلدی جلدی باقی تمام کام چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لئے چلے جایا کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز جمعہ مسلمانوں کے لئے مدرسہ کے طور پر ہے۔ اس میں لوگ امام سے مختلف باتیں سنتے ہیں۔ جن میں انہیں دین کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جماعت کا مرکزی حصہ مدینہ میں رہتا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں

جماعت کا مرکزی حصہ

قادیان میں رہتا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی کبھی عورتوں میں بھی تقریر فرمایا کرتے تھے جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی عورتوں میں تقریر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ اولؓ بھی عورتوں میں ہر تیسرے دن درس دیا کرتے تھے۔ اب ہماری باہر کی جماعتیں درس القرآن سے فائدہ نہیں اٹھا سکتیں۔ کیونکہ ہمارے پاس نہ تو زیادہ عالم ہیں اور نہ مبلغ ہیں۔ اس لئے

عورتوں کو اسلام نے ہدایت

دی ہے کہ وہ نماز جمعہ میں شامل ہوا کریں مجھے یہ بات سنکر نہایت افسوس ہوا کہ ہزارہ کے مبلغ نے مجھ سے ذکر کیا کہ صوبہ سرحد میں عورتیں جمعہ میں نہیں جاتیں۔ کیونکہ ان کے مرد کہتے ہیں۔ کہ ہم خان ہیں ہماری اس میں ہتک ہوتی ہے (اس خطبہ کے بعد پشاور کے جو موجودہ امیر ہیں انہوں نے کہا کہ یہ کسی خاص شہر کی بات ہوگی۔ ورنہ ہمارے ہاں تو پشاور میں عورتیں جمعہ کے لئے باقاعدگی سے جاتی ہیں) لیکن

اسلام کا رتبہ

خانوں اور پٹھانوں سے بھی بڑا ہے۔ اول تو ہمیں یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ مسلمان بڑا ہوتا ہے یا خان بڑا ہوتا ہے۔ نیک محمد خان صاحب پہلے پہلے قادیان آئے۔ تو وہ چھوٹے بچے تھے۔ ان کا باپ "قندھار کا گورنر تھا۔ حضرت خلیفہ اولؓ کا جب اپریشن ہونے لگا تو اس خیال سے کہ لوگ ہجوم کریں گے۔ اور اس سے کہیں اپریشن خراب نہ ہو جائے۔ نیک محمد خان کو کمرہ سے باہر پہرہ پر کھڑا کر دیا گیا۔ اکبر شاہ نجیب آبادی کا یہ دعوےٰ ہوا کرتا تھا۔ کہ میں حضرت خلیفہ اولؓ کا بہت پیارا ہوں۔ اس لئے وہ یہ سنتے ہی کہ

حضرت خلیفہ اول کا اپریشن

ہونے لگا ہے دوڑتے ہوئے آئے۔ لیکن جب وہ کمرہ میں داخل ہونے لگے تو نیک محمد خان نے روک لیا۔ اس پر وہ کہنے لگے تم نہیں جانتے میں کون ہوں۔ نیک محمد خان کہنے لگے۔ آپ کون ہیں۔ انہوں نے کہا میں پٹھان ہوں اکبر شاہ خان یوپی کے رہنے والے تھے۔ اور نسلاً پٹھان تھے۔ لیکن نیک محمد خان افغانستان سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے آئے تھے نیک محمد خان نے کہا تم نہیں جانتے میں کون ہوں۔ اکبر شاہ نے کہا ہاں بتاؤ تم کون ہو۔ انہوں نے کہا میں احمدی ہوں۔ اس پر وہ شرمندہ ہو کر الگ ہو گئے۔ تو درحقیقت

اسلام اور احمدیت

کا رتبہ پٹھان اور خان سے بڑا ہے۔ ورنہ ہمیں ماننا پڑے گا کہ ایک پٹھان نعوذ باللہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑا ہوتا ہے۔ ایک لطیفہ مشہور ہے۔ کہ ایک پٹھان فقہ پڑھا کرتا تھا۔ اس نے فقہ کی کتاب "کنز" پڑھی ہوئی تھی۔ اور اس میں لکھا ہوا تھا کہ

مذہب حنفی

یہ ہے کہ حرکت کبیرہ سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اس کے بعد ایک دن اس پٹھان نے حدیث میں پڑھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ نماز پڑھتے۔ اور حضرت حسنؓ اور حسینؓ رو پڑتے تو آپ انہیں اٹھا لیتے جب سجدہ میں جاتے تو انہیں زمین پر بٹھا دیتے۔ اور جب سجدہ سے اٹھتے تو دوبارہ اٹھا لیتے۔ اس پر اس پٹھان نے کہا خو محمد صاحب کا نماز ٹوٹ گیا۔ کوئی ملا بھی پاس موجود تھا۔ اس نے کہا کم بخت محمد رسول اللہ صلعم نے تو ہمیں نماز سکھائی ہے۔ اور تم کہتے ہو محمد صاحب کا نماز ٹوٹ گیا۔ اس پر وہ کہنے لگا کنز میں اسی طرح لکھا ہے۔ تو جن قوموں میں دین سے غفلت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان میں ایسی باتیں آجاتی ہیں۔ پس اگر یہ بات ٹھیک ہے کہ مردان۔ پشاور اور ہزارہ کی عورتیں جمعہ میں نہیں جاتیں۔ اور وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے ہیں۔ اور خان ہیں۔ تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ احمدی اور مسلمان اس سے بڑا ہوتا ہے۔ کوئی خان ہو یا پٹھان ہو بلکہ پٹھانوں کا بادشاہ بھی ہو تب بھی وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے۔ کیونکہ اگر چہ وہ پٹھانوں کا بادشاہ ہے۔ لیکن

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے بادشاہ ہیں

پس پٹھان یا خان ہونے سے کسی کی بڑائی نہیں ہوتی۔ بڑائی اسلام اور احمدیت سے ہوتی ہے۔ اور اسلام اور احمدیت کے سیکھنے کا ذریعہ چونکہ جمعہ ہے۔ اس لئے جلسہ کے موقعہ پر جبکہ پشاور، مردان اور ہزارہ کے علاقہ کے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ میں ان سب کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی بیویوں اور لڑکیوں کو جمعہ میں ضرور بھیجا کرو تاکہ وہ دین سیکھیں اور اس سے واقف ہو جائیں۔ ورنہ اگر وہ دین سے واقف نہیں ہوں گی تو جماعت میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فیصلہ کیا کہ آپ عورتوں میں تقریر فرمایا کریں گے۔ جس عورت نے تقریر کی تحریک کی تھی۔ وہ ان پڑھ تھی۔ لیکن اس کا خاوند بڑا مخلص تھا۔ اب اس کا داماد زمودی قدرت اللہ صاحب سنوری ہیں۔ بہت مخلص تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

عام طور پر وفات مسیح پر تقریر فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے عورتوں میں چند تقریریں کیں۔ ایک دن آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ بتاؤ تم نے اپنی تقریروں میں کیا کچھ سیکھا ہے۔ اس نے کہا آپ نے خدا اور اس کے رسول کی باتیں ہی بیان کی ہوں گی۔ اور کیا بیان کیا ہوگا۔ اس کا آپ کو ایسا صدمہ ہوا کہ آپ نے عورتوں میں تقریریں کرنا ہی بند کر دیا۔ تو عورتوں میں تعلیم بہت کم ہوتی ہے۔ اول تو وہ تقریر اور خطبہ سن کر یہی کہتی ہیں کہ خدا اور رسول کی ہی باتیں ہوں گی۔ کوئی معین مضمون ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ لیکن اگر وہ بار بار دین کی باتیں سنتی رہیں۔ تو جب ایک جانور بھی بار بار سن کر ایک بات سمجھ لیتا ہے تو عورت تو خیر انسان ہے اور خدا تعالےٰ نے اُسے بڑا

روشن دماغ دیا ہوا ہے

اگر وہ خدا اور اس کے رسول کی باتیں بار بار سنے گی تو وہ باتیں اُسے یاد ہو جائیں گی۔ اور وہ پکی مسلمان ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ دین کی باتیں بار بار نہیں سُنے گی تو اس کا اسلام پختہ نہیں ہوگا وہ کچا رہے گا۔ اور وہ موقع پر پوری طاقت نہیں دکھا سکے گی۔ لیکن جو عورتیں اسلام کو سمجھ جاتی ہیں۔ وہ بعض دفعہ اپنے ایمان میں اتنی پختہ ثابت ہوتی ہیں کہ انہیں دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ مگر میں نے کئی دفعہ سنایا ہے کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے زمانہ میں

کبھی ایک ان پڑھ عورت آئی۔ اور کہنے لگی۔ حضور میرا بیٹا عیسائی ہوگیا ہے۔ آپ دعا کریں وہ پھر مسلمان ہو جائے آپ نے فرمایا تم اُسے میرے پاس بھیجا کرو۔ کہ وہ خدا کی باتیں سنا کرے اس لڑکے کو سِل کی بیماری تھی۔ اور اس کی والدہ مجھے قادیان میں حضرت خلیفہ اول کے پاس علاج کروانے لائی ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے نصیحت کرتے رہتے اور اسلام کی باتیں سمجھاتے رہے۔ لیکن عیسائیت اس کے اندر اتنی راسخ ہو چکی تھی کہ جب آپ کی باتوں کا اس کے دل پر اثر ہونے لگا تو اس نے خیال کیا کہ میں کہیں مسلمان ہی نہ ہو جاؤں چنانچہ ایک رات کو ماں کو غافل پاکر بٹالہ کی طرف بھاگ گیا۔ جہاں عیسائیوں کا مشن تھا۔ جب اس کی ماں کو پتہ لگا تو وہ راتوں رات پیدل بٹالہ گئی۔ اور اُسے پکڑ کر قادیان واپس لائی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے

وہ عورت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں پر گر جاتی تھی اور کہتی تھی مجھے اپنا بیٹا پیارا نہیں۔ مجھے اسلام پیارا ہے۔ میرا یہ اکلوتا بیٹا ہے۔ مگر میری خواہش ہے کہ یہ ایک دفعہ مسلمان ہو جائے۔ پھر بے شک مر جائے مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس کی یہ التجا قبول کی اور وہ لڑکا مسلمان ہوگیا اور اسلام لانے کے چند دن بعد مرگیا۔

تو بعض عورتیں بعض مردوں سے بھی زیادہ اسلام کی پکی ہوتی ہیں۔ مرد بعض اوقات کمزوری دکھا جاتے ہیں مگر عورتوں میں بڑی ہمت ہوتی ہے۔ افریقہ سے ایک عورت آئی۔ وہ ۳۵ سال کے بعد وطن واپس آئی تھی۔ وہیں اس کا خاوند فوت ہوگیا تھا۔ واپس آئی تو اس نے مجھے بتایا کہ میری یہاں ایک بہن ہے۔ اس نے کہا ہے کہ میری لڑکیاں ہیں اُن سے اپنے بیٹوں کی شادی کردو میں نے کہا ان کو لٹریچر دو۔ وہ اس کا مطالعہ کریں۔ اور انہیں

احمدیت سے واقفیت ہو جائے

تو پھر بے شک شادی کر دینا۔ اس پر اس نے کہا۔ اگر غیر احمدی لڑکی سے شادی درست نہیں۔ تو میں انہیں چھوڑ دیتی ہوں۔ مجھے ان کو چھوڑ دینا منظور ہے۔ حالانکہ وہ ۳۵ سال کے بعد واپس آئی تھی۔ اور اپنی بہن سے ملی تھی۔ میں نے کہا۔

تم جواب نہ دو۔ انہیں لٹریچر دو۔ اور کہو کہ وہ اس کا مطالعہ کریں۔ اگر تمہاری اور تمہاری بیٹیوں کی سمجھ میں آ جائے اور وہ احمدی ہو جائیں تو میں اپنے لڑکوں کی شادی تمہاری بیٹیوں سے کر دوں گی۔ ورنہ نہیں کروں گی۔ اس پر اس نے کہا۔ میں اسی طرح کرتی ہوں۔ لیکن کئی مرد بڑی ضد کرتے ہیں کہ وہاں شادی کرلیں۔ تو یہ فساد پیدا ہوگا کہ ایک اور خاندان احمدیت میں داخل ہو جائے گا۔ اور وہ اتنا مغز کھاتے ہیں کہ انسان کے سر میں درد شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ عورت سنتے ہی کہنے لگی۔ بس میں اپنی بہن سے کہہ دیتی ہوں کہ میں اس کی لڑکیاں نہیں لے سکتی۔

تو عورتیں بعض دفعہ خدا کے فضل سے مردوں سے بھی اخلاص میں بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ کئی مرد کمزوری دکھا جاتے ہیں اور عورتیں اپنے اخلاص کی وجہ سے ان سے آگے بڑھ جاتی ہیں۔ اور

اس کی وجہ یہی ہوتی ہے

کہ بعض مرد اپنی عورتوں کو دین کی باتیں سکھاتے رہتے ہیں۔ کراچی میں ایک احمدی دوست تھے۔ ان کی بیوی غیر احمدی تھی۔ وہ جب کبھی ربوہ آتے تو لٹریچر ساتھ لے جاتے۔ ایک دن ان کی بیوی نے کہا۔ آپ اردو میں لٹریچر لایا کریں تا میں بھی پڑھا کروں۔ چنانچہ وہ اردو کا لٹریچر گھر لے جانے لگے۔ وہ عورت لٹریچر مطالعہ کرتی رہی اور کچھ عرصہ کے بعد احمدی ہوگئی۔ اور اب تو وہ بہت مخلص ہے اس نے اسی سال میری ایک بیوی کو لکھا تھا کہ میں

جلسہ پر آرہی ہوں

لیکن وہ بعض وجوہات کی بنا پر نہیں آسکی۔ مجھے یاد ہے۔ میں پچھلی دفعہ کراچی گیا۔ تو وہ میرے پاس آکر روتی تھی کہ میری بیٹی کالج میں پڑھتی ہے۔ کوئی ایسی کتاب دیں جو میں اُسے دوں اور وہ اُسے پڑھتی رہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ کالج کے اثر کے نیچے دین سے دور چلی جائے۔

تو یہ محض اللہ تعالیٰ کی ہی دین ہے اور چونکہ

کئی عورتوں نے نہایت اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے

اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ دوسری عورتوں کو دین کی باتیں سیکھنے سے محروم رکھا جائے۔ یہاں ربوہ میں عورتوں نے اپنا اسلام بنایا ہوا ہے۔ پھر انہوں نے ایک کالج کھولا ہوا ہے۔ اور ایک K.G. سلائی کا سکول کھولا ہوا ہے۔ K.G. schools میں لڑکے بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن لڑکے اکثر فیل ہو جاتے ہیں۔ اور لڑکیاں پاس ہو جاتی ہیں۔ تو جس طرح عورتیں دنیا کے علوم حاصل کر سکتی ہیں۔ اسی طرح وہ دین کے علوم بھی حاصل کر سکتی ہیں۔

ہمیں چاہیئے

کہ انہیں دین سیکھنے کے مواقع بہم پہنچائیں اگر ہم انہیں دین سیکھنے کے مواقع بہم نہیں پہنچائیں گے تو ہم مجرم ہوں گے۔ وہ مجرم نہیں ہوں گی۔ خدا ہمیں کہے گا۔ تم گنہگار ہو۔ ان عورتوں میں دین سیکھنے کی طاقت موجود تھی لیکن تم نے انہیں دین سیکھنے کے مواقع بہم نہیں پہنچائے تھے۔ پس

آپ لوگوں کا فرض ہے

کہ آپ عورتوں کی دینی تعلیم کی طرف توجہ کریں۔ میں نے جب تفسیر صغیر لکھی تو اگرچہ میرا حق تھا۔ کہ میں کچھ کاپیاں مفت حاصل کروں۔ مگر میں نے بہت سی کاپیاں خرید کر اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو دیں۔ اور کہا اسے پڑھو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ تاکہ میری محنت غیروں کے ہی کام نہ آئے۔ بلکہ میرے اپنے خاندان کے بھی کام آجائے۔

طالب علمی کے زمانے کو آئندہ زندگی کے حق میں ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے،

طلباء اس بنیاد کو مضبوط بنا کر دنیا میں کار ہائے نمایاں سرانجام دینے کے اہل بن سکتے ہیں

کالجیٹ طلباء سے سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ کا پُر معارف خطاب

مورخہ ۸ر فروری کو لائلپور کے متعدد کالجوں سے تعلق رکھنے والے طلباء جماعت احمدیہ کے مرکز ربوہ کو دیکھنے اور حضرت امام جماعت احمدیہ کی ملاقات کی غرض سے آئے۔ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے دفاتر اور ربوہ کے تعلیمی ادارے دیکھنے کے بعد یہ سب طلباء ساڑھے گیارہ بجے کے قریب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے

طالب علمی کا زمانہ اور اس کی اہمیت

دوران ملاقات میں حضور نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ لوگ طالب علم ہیں۔ آپ جس زمانے میں سے گذر رہے ہیں وہ ایک ایسا زمانہ ہے جس میں آئندہ زندگی کی بنیاد پڑتی ہے اس زمانے کی اہمیت اور قدر و قیمت کو سمجھنا اور اس کے مطابق اپنے اعمال و کردار کو بنانا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ اسی پر آئندہ ترقی کا تمام مدار ہے۔ بلکہ اگر آپ لوگ دیکھیں اور غور کریں تو آئندہ زندگی کی بنیاد بچپن سے ہی پڑنی شروع ہو جاتی ہے۔ اگر بچپن میں نیک عادتیں ڈالی جائیں تو بڑے ہونے پر وہی عادتیں راسخ ہو کر انسان کو نیکی کی طرف مائل کرنے کا موجب بن جاتی ہیں۔ اور اس طرح اس کی زندگی سنور جاتی ہے برخلاف اس کے اگر بچپن سے ہی بُری عادتیں پڑ جائیں تو بڑے ہو کر ان عادتوں کا ترک کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو عادتیں چھوٹی عمر میں گھر کر لیں۔ وہ بعد میں مشکل سے ہی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں بچے کی تربیت کا سلسلہ اس وقت سے ہی شروع ہو جاتا ہے کہ جب وہ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ حکم ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے۔ پہلے لوگ اس بات کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ اتنے سے بچے کے کان میں اذان وغیرہ دینا بے معنی ہے۔ لیکن اب سائنس کا یہ ثابت کر دیا ہے کہ سب سے پہلے بچے کے کان کام کرنے لگتے ہیں۔ سو نو زائیدہ بچے کے کان میں اذان کہنے سے شریعت کی غرض یہ تھی کہ جب پہلے روز سے ہی یہ الفاظ بچے کے کانوں میں ڈالے جائیں گے تو ان الفاظ کا احترام ہمیشہ اس کے دل میں قائم رہے گا کیونکہ بڑا ہونے کے بعد جب بھی اُسے یہ بتایا جائے گا۔ کہ تیرے پیدا ہونے پر تیرے کان میں یہ آواز ڈالی گئی تھی لیقیناً ان الفاظ پر غور کرنے اور ان کے مفہوم کو سمجھنے کی طرف اسے رغبت پیدا ہوگی اور اس طرح وہ ان باتوں کو اپنے لئے مشعل راہ بنانے کی طرف مائل ہوتا چلا جائے گا۔ الغرض بچپن اور پھر طالب علمی کا زمانہ اس لحاظ سے انتہائی اہم ہوتا ہے کہ اس میں آئندہ زندگی کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

عقل و شعور اور زندگی کی بنیاد

سلسلہ خطاب جاری رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جب کسی عمارت کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ تو اس وقت باقاعدہ ایک تقریب منعقد کر کے بڑے بڑے لوگوں کو بلایا جاتا ہے۔ اور بڑی خوشی منائی جاتی ہے یہ سب اہتمام ظاہر کرتا ہے کہ لوگ ایک عمارت کی بنیاد کو بھی بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ آپ اپنے اس زمانہ طالب علمی میں جس عمارت کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ اس کی اہمیت کتنی زیادہ ہے۔ آپ جو بنیاد رکھ رہے ہیں وہ عقل و شعور اور زندگی و عمل کی بنیاد ہے اس کے آگے اس بنیاد کی جو سطح اور جو سطح سے اُٹھائی جاتی ہے کوئی حیثیت نہیں۔ عقل و شعور اور زندگی و عمل

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معاً بعد مصلح موعود کی ضرورت

اور

لاہوری "اہل الرائے" حضرات کی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ

(از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی)

پیشگوئی مصلح موعود میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واضح انکشافات والہامی تعیین کے خلاف اہل پیغام کے خیال کی تردید میرے سابقہ مضامین میں گذر چکی ہے۔ اب میں ان کے بعض دوسرے اعتراضات کی طرف توجہ کرتا ہوں۔

جناب مولوی محمد علی صاحب لاہوری سابق امیر منکرین خلافت لکھتے ہیں:۔

"اگر آج مصلح موعود پیدا ہو جائے یا پیدا ہو چکا ہو تو اس کے ذریعہ تو ابھی دنیا راہ راست پر آ جائیگی۔ پھر حضرت صاحب کی وہ تحریر غلط جاتی ہے کہ تین صدیوں کے بعد لوگ مایوس ہو کر ادھر آئیں گے۔"

(المصلح الموعود ص۲۵)

معلوم ہوتا ہے کہ جناب مولوی صاحب موصوف نے بن دیکھے ایک بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کر دی ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر کہیں بھی تحریر نہیں فرمایا کہ لوگ تین صدیاں کے گذر جانے کے بعد چوتھی صدی میں اس سلسلہ کی طرف رجوع کریں گے۔

ان کے بعد ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لاہوری نے بھی اپنی کتاب مجدد اعظم میں باوجود کتاب کا حوالہ دینے کے سکوت پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے پھر وہی بات دہرا دی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسے عظیم الشان امام کے ظہور کے معاً بعد مصلح موعود کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا زمانہ تو حضرت اقدس علیہ السلام کے سلسلہ کے عظیم الشان غلبہ کا زمانہ ہوگا۔

چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ:۔

"ہم دوسری جگہ حضرت صاحب کی تحریروں کو دیکھتے ہیں کہ ایسا غلبہ کب آنے والا ہے۔ تو تذکرۃ الشہادتین سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تین صدیوں کے گذرنے کے بعد جب لوگ عام طور پر مسیح کی دوبارہ آمد سے مایوس ہو جائیں گے۔ تو اس وقت کثرت سے لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں گے۔ پس وہی چوتھی صدی اس سلسلہ کے غلبہ کی صدی ہے اور غالباً وہی وقت ہوگا جب کوئی شخص دنیا کو راہ راست پر لانے والا آئے گا۔"

ویز (صلا)

"حضرت اقدس کی وہ تحریر غلط جاتی ہے کہ تین صدیوں کے بعد لوگ مایوس ہو کر ادھر آئیں گے۔"

(مجدد اعظم جلد ۲ ص۱۵۹)

(اول) اس کے متعلق واضح رہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معاً بعد کسی مصلح کی ضرورت نہ تھی اور مصلح موعود نے آپ کے بعد چوتھی صدی میں ظاہر ہونا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی میں یہ نہ فرمانا کہ وہ بشیر اول کے بعد پیدا ہوگا اور نہ ہی آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پا کر اس کی پیدائش کے لئے اشتہار ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء میں نو سال کی میعاد کا اعلان فرماتے اسی طرح اس کے بعد سبز اشتہار میں بھی یہ نہ لکھتے کہ وہ بشیر اول کے بعد اب بلا توقف پیدا ہوگا۔ اور بشیر اول اور اس کے درمیان کوئی اور بچہ پیدا نہ ہوگا۔ نیز بشیر اول کی وفات دیکھنے والوں کو مصلح موعود کی جلد پیدائش کی خبر دے کر انہیں خوشخبری نہ سناتے اور یہ نہ فرماتے کہ تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اب روشنی نمودار ہو گی۔

آپؑ کا یہ تحریر فرمانا کہ:۔

"تمام پیشگوئیوں کے مجموعی الفاظ یہ ہیں کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے اور ایک لڑکا خدا تعالیٰ سے ہدایت میں کمال پائے گا۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص۳۰۵)

بتاتا ہے کہ وہ آپ کا حقیقی اور صلبی بیٹا ہے۔ اور یہ تبھی ہو سکتا تھا جبکہ اس کی اس وقت ضرورت ہوتی۔ پس آپ کا ایسا تحریر فرمانا ظاہر کرتا ہے کہ مصلح موعود کی ضرورت آپ کے معاً بعد تھی نہ کہ چوتھی صدی میں۔

(دوم) اگر یہی سوال اہل پیغام سے کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاً بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معاً بعد حضرت خلیفہ اول کی کیا ضرورت تھی تو ان کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا۔ جو جواب ان کی طرف سے اس سوال کا ہوگا وہی ہماری طرف سے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔

اہل پیغام کو یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ انہوں نے لاہور جا کر کس ضرورت کی بناء پر اوّل لکھے چار خلیفے اور پھر جناب مولوی محمد علی صاحب کو اپنا امیر مقرر کیا تھا۔ مولوی صاحب موصوف نے کس بناء پر اس امارت کو قبول کر لیا تھا۔

(سوم) اس کے متعلق یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مصلح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ نظریہ قطعاً نہیں کہ اس کے ظہور کے معاً بعد ساری دنیا میں غلبہ اسلام مقدر ہے نہ حضرت اقدس علیہ السلام نے کہیں یہ تحریر فرمایا ہے کہ اس کے ظہور کے معاً بعد ساری دنیا اسلام اور احمدیت کی آغوش میں آ جائیگی بلکہ اس کے زمانہ میں بھی ترقی اسی طرح تدریجی طور پر مقدر ہے جس طرح خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے لئے مقدر ہے۔ کیونکہ جس قسم کی تکمیل اشاعت و غلبہ اسلام کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے ہے۔ اسی قسم کی پیشگوئی مصلح موعود کے لئے ہے۔

اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد تین سو سال کے عرصہ میں اسلام کے غالب آنے سے یہ پیشگوئی آپ کے ذریعہ سے پوری ہوئی سمجھی جا سکتی ہے۔ تو مصلح موعود کے متعلق کیوں ایسا خیال نہیں کیا جا سکتا۔ یقیناً مصلح موعود کا کام بھی اس میں شامل ہے۔

کوئی وجہ نہیں کہ اس سے خلاف کسی مختلف صورت کی امید کی جائے۔ کیا اس کا درجہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے زیادہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اس کے متعلق یہ یقین کر لیا جائے کہ جس قسم کا غلبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسے مامور کے ذریعہ سے فوری طور پر نہیں ہو سکا وہ مصلح موعود کے ذریعہ سے فوری طور پر وقوع میں آ سکتا ہے مصلح موعود کے ظہور کے ساتھ ہی ساری دنیا میں مادی طور پر غلبہ اسلام کا ظہور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہیں بھی بیان نہیں فرمایا۔ اگر آپ نے کہیں ایسا تحریر فرمایا ہے۔ تو ہمیں اس کا پتہ دلالت ان بتایا جائے۔ یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مصلح موعود زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کے ظہور کے ساتھ ہی فوراً ساری دنیا احمدیت میں داخل ہو جائے گی۔

اول غلبہ اسلام کی پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے۔ اور بتایا ہے کہ مسیح موعود کے ذریعہ سے اسلام ساری دنیا پر غالب آ جائے گا۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر یہ پیشگوئی فرمائی ہے کہ آپ کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا جائے گا۔ ان میں سے کسی جگہ بھی پیشگوئی کا یہ منشاء نہ تھا کہ آپ کے ذریعہ سے فوراً ایسا ہو جائے گا۔ اگر اس سے یہی مراد ہوتی تو ایسا غلبہ فوری طور پر وقوع میں آ جاتا۔ ہم اہل پیغام سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر اس کا منشاء وہی تھا جو انہوں نے سمجھا ہے تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ایسا کیوں نہ ہوا۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کے اس باطل خیال کی وجہ سے جو زد مصلح موعود پر پڑتی ہے وہ مصلح موعود پر نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر پڑتی ہے۔ پس جس رنگ میں اسلام و احمدیت کا غلبہ شروع ہوا۔ اسی رنگ میں آپ کے بعد مصلح موعود کے ذریعہ سے جلدی جلدی ترقی کی پیشگوئی پوری ہوتی جائے گی۔ یہاں تک۔ کہ پیشگوئی حق ثابت ہو گی کہ غلبہ سلسلہ کی ترقی کو پہنچے گی نہیں بلکہ مصلح موعود کے ذریعہ سے تو تیزی سے چل جائیگی۔ پیشگوئی کی اشاعت کے ذریعہ سے ساری دنیا میں پھیل جائیگا۔ اور مختلف قوموں میں بکثرت لوگ اس کے ذریعہ برکت پائیں گے اس کا کام تدریجی بڑھتا جائے گا۔ یہاں تک کہ تین سو سال تک وہ اپنا دائرہ مکمل کر لے گا۔ ورنہ جس رنگ کا غلبہ ساری دنیا میں فوری طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں نہ ہو سکا وہ مصلح موعود کے زمانہ میں کس طرح فوری طور پر وقوع میں آ سکتا ہے۔

اگر کہیں یہ لکھا ہوتا کہ وہ غلبہ اسلام کے ظہور کے وقت آئے گا تو یہ اور بات تھی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں تو ایسا اشارہ تک موجود نہیں۔ اور جبکہ صورت حال یہ ہے تو پھر ہتھیلی پر سرسوں جمانے کی امید اس سے کس طرح توقع کی جا سکتی ہے۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ تین صدیوں میں غلبہ اسلام ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اس وقت تک اسلام کی ترقی رکی رہے گی۔ اور پھر مصلح موعود کا ظہور ہونے پر دنیا اسلام میں داخل ہو گی۔ اگر مصلح موعود کے متعلق یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ تین صدیوں کے بعد لوگوں کے مایوس ہو کر احمدیت کی طرف مائل ہونے کے وقت اس کا ظہور مقدر ہے۔ اور پھر اس کے ظہور کے ساتھ ہی لوگ احمدیت میں داخل ہو جائیں گے تو اس صورت میں بھی اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معاً بعد ظاہر ہونا ضروری ٹھہرتا ہے تاکہ اتنے لمبے عرصہ کے بعد غلبہ اسلام ہونے کی بجائے آپ کے معاً بعد جلد حاصل ہو جائے۔

پھر یہ بھی تو مد نظر رکھنا چاہیئے کہ مصلح

تو گمراہی کے غلبہ کے وقت آتے ہیں۔ اگر غلبہ اسلام کے وقت اس کی آمد تسلیم کی جائے تو اس وقت تو اصل کام ختم ہو چکا ہو گا وہ آ کر کیا کام کرے گا۔ کیا وہ صرف اس کام کا کریڈٹ اپنے نام پر کرنے کے لئے آئے گا۔

میں اس جگہ بڑے افسوس کے ساتھ اس امر کا بھی اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ جناب مولوی محمد علی صاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لاہوری نے اس جگہ سخت غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ اور دیانتداری کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب تذکرۃ الشہادتین کے حوالہ سے آپ کی غلبہ اسلام والی اس پیشگوئی کا ذکر کیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر "۔" کو دیکھ کر غلبۂ اسلام کا یہ وقت لکھا ہے۔ حالانکہ اس کتاب میں غلبہ اسلام کے وقت کی وہ تعیین نہیں جو ان حضرات نے ظاہر کی ہے۔ سر دو حضرات کی منشاء چونکہ اصلی مصلح موعود کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹا کر اور طرف پھیرانا ہے۔ اس لئے وہ غلبۂ اسلام کو بھی چوتھی صدی پر کھینچ کر لے گئے ہیں۔ جو سراسر دیانتداری کے خلاف ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر تو صاف بتاتی ہے کہ غلبہ اسلام تیسری صدی سے ہرگز تجاوز نہ کرے گا۔ مگر وہ اس تحریر کے ذریعہ سے یہ منوانا چاہتے ہیں۔ کہ یہ غلبہ تیسری صدی میں ہرگز نہ ہو گا بلکہ چوتھی صدی میں ہو گا۔ انہوں نے یہ اس لئے کیا ہے کہ وہ اپنے فرضی مصلح موعود کے لئے وقت کی تعیین چوتھی صدی میں کر سکیں اور لوگوں کو یہ بتا سکیں کہ دیکھو مصلح موعود کا ظہور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا کے مطابق چوتھی صدی میں ہو گا۔

میں اس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ تحریر درج کر دیتا ہوں جس سے صاف عیاں ہے کہ غلبہ اسلام تیسری صدی تک مکمل ہو جائیگا۔ اور اس کے لئے چوتھی صدی کی نوبت نہیں آئیگی کہ ہم خواہ مخواہ تین کو چار کرنے کی یہ خیالی صورت پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ مصلح موعود اس رنگ میں تین کو چار کرنے والا ہو گا۔

حضرت اقدس علیہ السلام کی وہ تحریر حسب ذیل ہے آپ فرماتے ہیں:۔

"اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔۔۔۔۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہو گی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس عقیدہ کو (یعنی عیسیٰ کی حیات کا عقیدہ ناقل) کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴ و ۶۵)

اس تحریر کے اس فقرہ نے کہ "ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہو گی" یہ امر نمایاں کر دیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی ساری عمارت کی بنیاد ریت کے تودہ پر ہے۔ غلبہ اسلام تیسری صدی کے اندر اندر ظاہر ہو جائے گا۔ اور وہ چوتھی صدی کا منہ بھی اسی طرح حسرت کے ساتھ دیکھیں گے جس طرح پہلی صدی کا منہ دیکھ رہے ہیں۔

چونکہ ڈاکٹر صاحب کا مذکورہ خیال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس مذکورہ تحریر کے سراسر خلاف تھا۔ اور وہ اپنے اس خیال کی بوسیدگی اور بودے پن کو یقینی طور پر جانتے تھے۔ اس لئے انہوں نے آخر میں خود ہی یہ لکھ کر کہ

"یہ بھی ہم لوگوں کا اپنا اعتقاد ہے ممکن ہے یہ بھی صحیح نہ ہو۔" (صفحہ ۱۵۹)

اپنے سابقہ باطل خیال کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر کر اہل پیغام کے لئے ہمیشہ کے واسطے ناامیدی و مایوسی کا سامان پیدا کر دیا ہے۔

چہارم۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر مستبعد نہیں کہ کسی نبی کے معاً بعد کوئی اور نبی پیدا ہو جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک نبی کی زندگی میں دوسرا نبی ہو سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم الشان نبی کے ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام جیسا نبی موجود تھا اور پھر بنی اسرائیل میں ایک ہی وقت کئی کئی ہوتے رہے اور پھر ان میں پے در پے نبی آتے رہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقفینا من بعدہ بالرسل کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہم نے پیچھے بعد دیگرے نبی کھڑے کئے۔ اور حدیث میں آتا ہے کہ کلما هلك نبی خلفه نبی۔ کہ ایک نبی جب دنیا سے کوچ کرتا تھا تو اس کے معاً بعد دوسرا نبی کھڑا ہو جاتا تھا۔ پس جبکہ نبی کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی دوسرے نبی کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معاً بعد اگر کسی کی ضرورت ہو تو اس پر کیا اعتراض پڑ سکتا ہے۔ پھر مصلح موعود تو نبی بھی نہیں۔ وہ کیوں حضرت مسیح موعود کے بعد کھڑا نہیں ہو سکتا۔

پنجم۔ اصل بات یہ ہے کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مذکورہ تحریر میں گذر چکا ہے۔ نبی کے ذریعہ سے ایک کام کی تخم ریزی ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد اس کے کام کو ترقی دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاً بعد اللہ تعالیٰ نے فوراً خلفاء راشدین کو یکے بعد دیگرے کھڑا کر دیا۔

اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے غلبہ اسلام کے کام کی تخم ریزی فرمائی ہے اس غرض کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے یہ سامان مقدر کر رکھا تھا۔ کہ اول مصلح موعود کے متعلق آنحضرت صلعم سے بھی قبل خبر دے رکھی تھی۔ اور پھر آنحضرت صلعم اور آپ کے ذریعہ سے اس کے متعلق دوبارہ اور سہ بارہ وہ پیشگوئی کروائی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یتزوج و یولد لہ۔ کہ مسیح موعود شادی کریگا اور اس کے ہاں خاص اولاد یا یوں کہو کہ خاص لڑکا پیدا ہو گا۔ اور ضرورت نہ تھی تو حضرت نبی کریم صلعم نے یہ پیشگوئی کیوں فرمائی۔

ششم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بھی اس بارہ میں جو تحریر فرمایا ہے اس میں اہل پیغام کے اس وہم کا جواب پہلے سے موجود ہے جس کی طرف سے انہوں نے آنکھیں موندی ہیں۔ آپ اپنی کتاب الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"جس راستبازی کو وہ (یعنی انبیاء) دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔"

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:۔

"خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا۔ اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے۔" (ضمیمہ الوصیت)

ان تحریرات سے حسب ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:۔

(۱) اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کے ذریعہ ایک کام کی تخم ریزی کراتا ہے۔

(۲) اس کی پوری تکمیل ان کے ذریعہ سے نہیں ہوتی۔

(۳) حضرت اقدس کو بھی بتایا گیا کہ آپ کے ذریعہ سے غلبہ اسلام کے لئے تخم ریزی کی گئی ہے۔

(۴) یہ تخم ریزی بڑھے گی پھیلے گی اور پھولے گی۔

(۵) اس تخم ریزی کی ترقی آپ کی اولاد بالخصوص آپ کے ایک خاص لڑکے کے ذریعہ سے ہو گی۔

(۶) غلبہ اسلام کی پوری تکمیل اس خاص لڑکے کی عمر میں نہیں ہو گی۔ اور نہ دنیا کی تمام قومیں اسلام میں اس کی وفات سے قبل داخل ہو جائیں گی۔ بلکہ اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا۔ اور بہت سے لوگ حق کو قبول کریں گے یعنی حسب پیشگوئی مکمل اشاعت و غلبۂ اسلام بعد میں اس کی سکیموں اور پروگراموں کے تحت اس کی قائم کی ہوئی بنیادوں پر تین سو سال کے اندر اندر ظہور پذیر ہو گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں جو ترقی اسلام نے کی وہ بعد کے زمانہ میں نہیں ہوئی۔ اس لئے ضرورت تھی۔ کہ احمدیت کی ترقی کے لئے بھی کوئی فعال روح مقاصد سلسلہ کو لے کر کھڑی ہوتی۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معاً بعد بھی مصلح موعود کے لئے کام موجود ہے۔ اور وہ یہی ہے کہ جو انوار حضرت مسیح موعود علیہ السلام لے کر دنیا میں آئے ہیں، وہ مصلح موعود کے ذریعہ سے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلیں۔

اس کام کے لئے سامان مہیا کئے جانے کے لئے آپ نے ہوشیارپور میں چلہ کر کے دعائیں کی تھیں جنہیں قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عظیم الشان بیٹے کے متعلق خوشخبری دی تھی۔ اس بات کی اشد ضرورت تھی۔ کہ ان نوروں کو جنکی آپ کے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی تھی زیادہ سے زیادہ دنیا میں پھیلایا جاوے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بارہ میں خود یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ

"سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا اور اس میں وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے

حضرت مصلح موعود کا زمانہ مبارک اور غیر مبائع حضرات کو دعوتِ فکر

از جناب حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری ناظر تعلیم و تربیت صدر انجمن احمدیہ قادیان

آئی ہوئی گلشنِ احمد میں پھر بہار
ہر برگ بن گیا ہمہ تن سبز اشتہار
تھا بلبلوں کو جس گلِ رعنا کا انتظار
وہ آخرش بہ لطف سے نکلا ہے گلعذار

۲۰ر فروری کے سبز اشتہار کی یاد جماعت احمدیہ کے اندر عید جیسی خوشی کی لہر پیدا کر دیتی ہے کیونکہ اس اشتہار میں اسلام کی سربلندی شگفتگی اور اسلام میں دائمی بہار کا پایاں افسزا مژدہ دیا گیا ہے۔ اس لئے ۲۰ر فروری جماعت احمدیہ کے لئے طرب و انبساط اور باری تعالیٰ کی حمد و شکر کا ترانہ گانے کا دن ہے۔ اسی دن اللہ رب العٰلمین۔ رحمان و رحیم نے اپنے ایک پیارے بندے کو جس کے دل میں اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام اور قرآن عظیم کی صداقتوں کی اشاعت کا انتہائی جوش تھا اور جس کے حصول کے لئے اس بندۂ خدا نے اسی دلدوز دعائیں کی تھیں جس سے باری تعالیٰ کو بھی رحم آیا اور یہ مژدہ سنایا کہ

"میں تجھے رحمت کا نشان دیتا ہوں
اُسی کے موافق جو تو نے مجھ سے
مانگا سو میں نے تیری تضرعات
کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی
رحمت سے بپایۂ قبولیت
جگہ دی ..... الی آخر"

یہ زندہ قادر و قیوم خدا کا کلام جو اس نے اپنے محبوب بندے حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام سے کیا از اول تا آخر ان الہامات کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے یہ انسان ضعیف البنیان کا اپنا بنایا ہوا کلام نہیں ہے۔ الفاظ کی شوکت اور جلالت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی خلاق عالم قادر مطلق کا کلام ہے جو معدوم کو موجود اور نیست کو ہست کرنے کی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور جو تسلی آمیز الفاظ میں خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے بندے سے وعدے کئے ہیں ان کا ایفا کرتے ہوئے عملی طور وجود میں لانا اسی کے دستِ قدرت میں ہے۔ اگر انہیں صفات مخصوصہ کا موصوف مولود اپنے معین وقت پر پیدا ہو گیا ہے تو لاریب یہ عالم الغیوب اور قادر مطلق خدا کی ہستی کا زندہ ثبوت ہے

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

سچے ولولوں والے خدا کی حمد اور اس کا شکر ہے کہ اس نے اپنی زندہ ہستی کے ثبوت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن کریم کی عظمت اور اسلام کی تکمیلِ اشاعت کے لئے ہماری زندگی میں ان مولود مسعود حضرت مصلح موعود کو پیدا کیا۔ وہ ہم میں آیا عین وقت پہ آیا۔ علامات اور نشانات صادقہ کے ساتھ آیا۔ علم و عرفان کے موتی لٹاتا ہوا آیا۔ اور اپنے اولوالعزمانہ کارہائے نمایاں سے اپنے مصلح موعود ہونے کا ثبوت دیتا چلا آیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی "یتزوج ویولد لہ" کا مصداق بن کر محمد و احمد کی صداقتوں کا شاہد بن کر آیا۔

حمد لک والشکر یا ذوالمنن

اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس کی محبت سے مملو دلوں نے اور بصیرت کی نظروں سے دیکھنے والی آنکھوں نے حسن و احسان کے اس نورِ مجسم کو دیکھا اور "رحمت و فضل" کے برستے ہوئے ابر سخا کا نظارہ کیا۔ ہر دن کے چڑھتے ہوئے سورج کی روشنی میں اس پسر موعود کو جلد جلد بڑھتے اور قدم آگے آگے بڑھاتے ہوئے اور معجزانہ طور پہ دنیا کے کناروں تک شہرت پاتے ہوئے دیکھا۔ اور آمنا و صدقنا کہا۔ لیکن اُن کور چشموں نے لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور اپنے دلوں کی نابینائی کی وجہ سے دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور سمعنا و عصینا کہا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا کہ صد نیّرِ بیضا نکلا

بلحاظ اعتقاد ہمیں غیر مسلموں سے شکوہ نہیں کیونکہ "صدق الصادقین محبوب رب العالمین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ہی منکر ہیں۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی "یتزوج ویولد لہ" کی پیشگوئی یا ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے الہامات الٰہیہ سے وہ ناواقف ہیں۔ یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس میں ہمارا ہی قصور ہے کہ ہم نے ان صداقتوں کی تبلیغ کا حق ادا نہیں کیا۔ اور اسی طرح ہمیں غیر احمدی مسلمانوں سے بھی اب گلہ نہیں ہے کیونکہ ان پہ اور ان کے علماء پہ اتمام حجت کر دیا گیا ہے اس کے بعد اگر وہ ان صداقتوں پہ ایمان نہیں لاتے ہیں تو اس انکار کی ذمہ داری ان پر ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور وہ جواب دہ ہیں۔

غیر مبائعین بھائیوں سے شکوہ

لیکن سخت تعجب اور حیرت ہے یا یوں کہا جائے کہ احمدیت کا دعوےٰ کرنے والے غیر مبائعین دوستوں سے مخلصانہ شکوہ ہے کہ جبکہ وہ ہماری طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پہ اور آپ کی زرّیں پیشگوئی "یتزوج ویولد لہ" پر ایمان لاتے ہیں اور سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود کے تمام دعاوی پہ بھی ایمان لانے کے مدعی ہیں۔ اور ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے الہامات و کشوف کی سچائی پہ یقین رکھتے ہیں تو ہمیں بتائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ نبوت ترجمان کی پیشگوئی "یولد لہ" کا وہ ابن مہدی کون ہے اور کہاں ہے "یولد لہ" میں لام اختصاص کا ہے اور یہ والد اور مولود دونوں کی صداقتوں کو ثابت کرنے کے لئے بطور لازم و ملزوم کے نشانِ صداقت ہے۔ پس اگر سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مہدی آخر الزمان کے یادگار پسر موعود نہیں تو معاذ اللہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد بھی مہدی آخر الزمان ثابت نہیں ہو سکتے ہیں۔ اور اگر آپ مہدی آخر الزمان ہیں اور یقیناً ہیں تو حسب فرمان حضرت نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم وہ موعود پسر حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد کی ذات گرامی صفات کے سوا اور کوئی دوسرا نہیں ہے

دعوتِ فکر

احمدیت کے روحانی رشتہ سے ہمارے وہ غیر مبائعین بھائی جو کہ سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کے تمام دعاوی اور آپ کے الہامات و کشوف پر صدق دل سے ایمان لانے کے مدعی ہیں۔ وہ ابن مہدی سیدنا و امامنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے ذاتی طور پہ بغض و حسد نہیں رکھتے ہیں۔ ان کی عقلِ سلیم اور فہم رسا اور انکی ضمیر صافی کو دعوتِ فکر ہے۔

چنیں زمانہ چنیں دورہ ایں چنیں برکات
تو بے نصیب روی ایں چہ اعتبار باشد

غیر مبائعین دوستوں کو تو چاہیئے تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس ۲۰ر فروری والی عظیم الشان اور عظیم المرتبت پیشگوئی کو اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں کے سامنے فلق الصبح کی طرح پوری ہوتے ہوئے دیکھ کر خوشی سے اچھلتے اور جناب باری تعالیٰ کی درگاہ میں سجدات شکر بجا لاتے ہوئے وجد میں آتے۔ لیکن افسوس کاین من آیۃ فی السمٰوٰت والارض یمرون علیہا وھم معرضون تائیدات سماویہ اور بشارات کے موقعہ پہ قدرتِ ثانیہ کے موعود خلیفہ کے شامل حال ہیں ان سے اعراض کرتے ہوئے یہ لوگ لفظی مباحثات اور رکیک تاویلات میں مبتلا ہو گئے اور دشمنانِ احمدیت کے ہمنوا ہو کر کذب و افترا کی اشاعت پہ اتر آئے۔

"یہ ہیں کہ باکہ بر بیند و باکہ پیوستند"

یہ میں مانتا ہوں غیر مبائعین حضرات تبلیغ اسلام کر لیتے ہیں اور زندہ خدا زندہ اسلام زندہ رسول اور زندہ و کامل کتاب ان کی تحریروں اور تقریروں میں دیکھے اور سنے جاسکتے ہیں اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے علم کلام مستفاد کرتے ہوئے اپنی تحریروں اور تقریروں کو مدلل اور مزین کرتے ہوئے اغیار سے دادِ تحسین بھی حاصل کرتے ہیں۔ لیکن ناشکری اور محسن کشی کرتے ہوئے اپنے محسن کا نام پیش کرتے ہوئے جھجکتے اور خوف بھی کھاتے ہیں اور کبھی نام بھی پیش کرتے ہیں تو مسیح موعود علیہ السلام کے مراتب عالیہ کی تنقیص کے ساتھ پیش کرتے ہیں تاکہ غیروں میں قبولیت عامہ بھی حاصل ہو اور غیر مبائعین میں جو طبقہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ابھی تک مخلصانہ رشتہ رکھتا ہے ان کی بھی دلجوئی ہوتی رہے۔ لیکن اس اخفاء اور کتمان حق کے باوجود ان کی تبلیغ اسلام کا کوئی خوش کن نتیجہ سامنے نہیں ہے بلکہ اندرونی طور پہ خود غیر مبائعین کی جماعت روز بروز تعداد کے اعتبار سے کم اور وراثت کے اعتبار سے بے اثر، رو بہ تنزل اور انحطاط کی طرف جا رہی ہے۔ بمقابل اس کے پسر موعود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی جماعت ہر قسم کی بیرونی اور اندرونی سخت مخالفتوں اور منافقانہ ریشہ دوانیوں کے باوجود تعداد کے اعتبار سے روز بروز بڑھ رہی ہے اور اثر و رسوخ کے اعتبار سے عالمگیر شہرت و قبولیت حاصل کر رہی ہے۔

اِنّ فی ذالک لاٰیۃ لاولی الالباب

غیر مبائعین کے اراکین اور مفکرین اگر عامیانہ جذبات سے الگ ہو کر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کریں تو اس فرق بین کی اصل وجہ ان کو معلوم ہو جائیگی کہ اگرچہ ان کے پاس زبانی طور پر زندہ خدا کا نام ہے۔ لیکن ان کے پاس زندہ اور متکلم خدا کا تازہ بتازہ ثبوت نہیں ہے۔ قرآن اور ترجمۂ قرآن ان کے پاس موجود ہے لیکن زندہ اور زندہ قرآن ان کے پاس موجود نہیں ہے۔ ان کے نبوت پر زندہ نبی کا اقرار ہے۔ لیکن بافیضِ نبی حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے آلان فیضان جاریہ کا ثبوت مفقود ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا زبانی اقرار ہے۔ لیکن آپ کی صداقت کا قدرتِ ثانیہ کی صورت میں قیامت تک جاری رہنے والا نشان جو خدائے قیوم کی طرف سے ملا ہے۔ اس برستے ہوئے نشان "رحمت و فضل" سے ان کا گھر خالی اور دست تہی ہے۔ رحمت و فضل کے دیئے جانے کی علت غائی اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ

تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفےٰ کو انکار و تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے۔

اس کھلی نشانی اور اسکی تابانی و درخشانی سے غیر مبائعین کا دارالتبلیغ خالی اور بے نور ہے۔ آج نئی اور پرانی دنیا کے کناروں تک "اسلام کا شرف" اور سیدنا و شفیعنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر پر جس قدر اعتراضات آج تک کئے گئے ہیں۔ اس اولوالعزم نبی ابنِ محمدؐ کے سوا کون ہے جس نے تمام اعتراضات کو دور کر کے آپکی صداقت آپکی معصومیت آپکی بے مثال تعلیمات کی جامعیت آپ کے جلال و جمال کی شوکت اور نورانیت کو اقوامِ عالم کے سامنے پیش کیا ہے جس کی وجہ سے بعض معترضین کو ندامت کے ساتھ اپنے اعتراضات واپس لینے پڑے ہیں آج تقریباً دنیا کی ہر معروف زبان میں قرآن مجید کے تراجم اور اس کے معارف کے موتی کون لُٹا رہا ہے۔ آج کس کے خدام ایشیا کے شہروں میں افریقہ کے بیابانوں اور تپتے ہوئے صحراؤں میں تبلیغِ اسلام کر رہے ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے تثلیث خانوں میں اسلام کے خدائے واحد کا سرمن سنا رہے ہیں۔ گرجوں اور اس کے پُرشور گھنٹوں کے بالمقابل مساجد تعمیر کر رہے ہیں۔ اور ہر روز ہلال ضوفگن کر کے اسلامی اذان کے نغمے سُنا رہے ہیں۔ اسی پسر موعود مصلح موعود اور اولوالعزم امام کے خدام بجا تو ہیں۔

اللّٰھم ایدّھم بروح القدس

اگر ہمارے غیر مبائعین احباب کے دلوں میں تبلیغِ اسلام کی حقیقی اور للّٰہی تڑپ ہے۔ اور حضرت سید المرسلین خاتم النبیین کی سچی محبت ہے تو آج دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ محمود کو ثابت کرنے کے لئے "روحِ حق" سے تائید پاکر جو اولوالعزم انسان کھڑا ہوا ہے۔ انہیں چاہیئے کہ حضرت امام مہدی کے فرزند حضرت محمود کے پاس آیا نہ رنگ میں آئیں جس کے مراتبِ عالیہ کے متعلق باری تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللّٰہ نزل من السماء۔ علیہ السلام اسی کے نام پر مقدر ہے۔ فتح یابی اور ظفر یابی کی کلید اسی کے دستِ مبارک میں تفویض کی گئی ہے۔ آج دنیا میں حقیقی اسلام کی صداقت کا اور ناطق ثبوت صرف اور صرف حضرت مہدی معہود کے پسر موعود

حضرت سیدنا محمود مصلح موعود کی ذات اقدس ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ جو کہ اس روحانی جہاد میں روحانی اسلحہ سے مسلح ہو کر روحانی فوج میں داخل ہو کر خدمتِ اسلام کی روحانی لذت حاصل کریں۔ اور بدنصیب ہیں وہ جو اس سے برگشتہ ہی نہیں بلکہ اس کی دشمنی پر کمربستہ ہیں۔

چہ سود از رہبر کامل تہیدستان قسمت را
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

دھوپ کی تابانی اس امر کی روشن دلیل ہے کہ آفتاب عالمتاب مشرق سے طلوع ہو کر خطِ نصف النہار پر آگیا ہے اور اب دن ہے رات نہیں ہے انسان کی طاقت سے یہ باہر ہے کہ اس چڑھتے ہوئے سورج کو پیچھے کی طرف لوٹا لائے آفتاب کی تمازت کا اور زمین پر چھائی ہوئی دھوپ کا ایک اندھا بھی انکار نہیں کر سکتا ہے اگرچہ وہ ایک تاریک کوٹھڑی میں لیٹا ہوا ہو۔ افقِ عالم پر نکلے ہوئے سورج کی وجہ سے جسم پر آیا ہوا پسینہ اس کو بھی یہ ماننے پر مجبور کرے گا کہ آفتاب اپنے پورے جلال کے ساتھ سر پر آگیا ہے

اسی طرح اسلام کے اقبال کا یہ موعود آفتاب ٹھیک اپنے وقت پر اپنے چمکتے ہوئے نشانات کے ساتھ مشرق سے طلوع ہو چکا ہے اور مغرب کے اندھیرے کو دور کر کے روشنی دینے کے لئے اپنی تیز رفتاری سے آگے آگے جا رہا ہے۔ اب کوئی زمینی طاقت خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی بڑے بڑے رکاوٹوں کی مالک ہو یا بلند پرواز مبصر انجیلیا کی اسلام کے اس روحانی سورج کو پیچھے کی طرف دھکیل نہیں سکتی ہے۔ اور نہ اس کی تابانی پر حجاب ڈال سکتی ہے خواہ اس کی راہ میں مخالفوں کے دل کے دل بادل آئیں یہ روحانی خورشید اپنے دور کو پورا کر کے رہے گا۔ دنیا سے بے دینی کے اندھیرے کو دور کرے گا اسلام کی روشنی سے مغرب کو مطلع الانوار بنا کر رہے گا۔

وکان امراً مقضیا

یہ خدائے اسلام کا پروگرام ہے۔ لا تبدیل لکلمات اللہ حضرت مسیح موعود نے خدا کے ان پر اور ان کے مطاع حضرت محمد مصطفےٰ پر لاکھوں لاکھ صلوٰۃ و سلام ہوں سچ فرمایا ہے ؎

از خود نہ گویم ایں کہ بلوحِ خدا ہمینست
گر طاقت است محو کن آں نقش ساد برم

حضرت مصلح موعود فضل عمر ایدہ اللہ تعالےٰ

مماثلت مابین سیدنا حضرت عمرؓ و سیدنا فضل عمر ایدہ اللہ

از مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دانش دہلوی قادیان

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے الہامی و بشارتی ناموں میں سے ایک نام "فضل عمر" بھی ہے۔ جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سبز اشتہار میں رقم فرمایا ہے کہ "مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا ہے اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضلِ عمر ظاہر کیا گیا ہے"۔

اللہ تعالےٰ کی باتیں حکمت سے پُر ہوتی ہیں۔ حضرت مصلح موعود محمود کا اللہ تعالےٰ نے الہامی نام فضل عمر ظاہر کر کے ہمیں یہ بشارت دی کہ مصلح موعود کا دور بھی حضرت عمرؓ کے دور کی طرح درخشندہ ہوگا جس طرح اسلام کو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شان و شوکت اور عظمت حاصل ہوئی تھی اور اسلام جزیرہ عرب سے نکل کر چہار اطراف میں پھیل گیا تھا۔ اسی طرح احمدیت حضرت فضل عمر کے زمانہ میں ہندوستان کی سرحدوں سے نکل کر اکناف عالم میں پھیل جائے گی۔ اور ایک تنومند درخت کی مانند پھیل کر لاکھوں نفوس کو اپنے سایہ عاطفت میں لے لے گی۔ غرض فضل عمر کے نام میں یہ حکمت مضمر ہے کہ خداوند کریم حضرت محمود ایدہ اللہ تعالےٰ کو بھی اسلام کے دور ثانی میں حضرت عمرؓ جیسی فضیلتیں عطا فرمائے گا۔

سیدنا حضرت عمرؓ اور سیدنا فضل عمر ایدہ اللہ تعالےٰ کے مابین جن امور میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ ذیل میں کسی قدر اس کی تفصیل احباب کے ازدیادِ علم و ایمان کے لئے درج کی جاتی ہے۔

۱۔ حضرت عمرؓ اسلام کے دورِ اول کے خلیفہ ثانی ہیں۔ اور دورِ آخرین سیدنا محمود ایدہ اللہ کی خلافت کے ذریعہ نوشتہ قدرت پیشگوئی فضل عمر پورا ہوا۔ حالانکہ منکرین خلافت ان کے خلیفہ منتخب ہونے کے خوف سے خلافت کو ہی ختم کرنے والے تھے۔

۲۔ حضرت عمرؓ بارعب شخصیت، منتظم اور ارادے کے پکے تھے۔ کوئی اقدام کر کے پیچھے نہیں ہٹتے تھے اور فتنوں کو دبا دیتے تھے۔

حضرت فضل عمر ایدہ اللہ کو بھی اللہ تعالےٰ نے اولوالعزم قرار دیا ہے۔ چنانچہ جماعت میں جن لوگوں نے بھی فتنے پیدا کرنا چاہا ان کا اور ہر قسم کے مخالفوں کا بھی حضور نے بڑی جرأت سے مقابلہ کیا۔ فتنہ منکرین خلافت۔ فتنہ [illegible]۔ فتنہ احرار۔ فتنہ مصری۔ فتنہ تحریک ختم نبوت۔ فتنہ منافقین پیغامی پرست اس امر کے شاہد ہیں۔ کہ حضور نے ہر فتنہ کے سر کو [illegible] کچلنے کا بجائے ہر شورش کو ناکام و نامراد بنا دیا جس کی وجہ سے ہر دوست و دشمن حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالےٰ کی اولوالعزمی و پامردی کا قائل ہو گیا۔

۳۔ جزیرہ والوں نے [illegible] سے مل کر جب شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے اس شرعت سے تمام اضلاع سے فوجیں بھیجیں کہ جزیرہ سے تمام ناکے روک دیئے۔ اور وہ حیرت تک بھی نہ سکے۔

یوپی کے اضلاع میں جہاں زیادہ تر مسلمان راجپوت آباد ہیں مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آریہ سماج نے ملکانہ قوم میں شدھی کا پرچار کر کے انہیں ہندو بنانا شروع کر دیا۔ اور اس کام میں سیاسی فوائد کے پیشِ نظر دوسرے ہندو بھی شدھی کی تحریک کو کامیاب بنانے میں آریوں کے ساتھ مل گئے اس طرح ایک منظم طریق سے اس علاقہ میں شدھی کا بازار گرم ہو گیا۔ حالات کا جائزہ لینے کے بعد حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس تحریک کا مقابلہ کرنے کے لئے جماعت میں ایسی روح پھونک دی۔ کہ باقاعدہ مبلغین کے علاوہ جماعت کے دیگر احباب ملازم پیشہ۔ وکلاء۔ تاجر۔ زمیندار۔ صناع۔ مزدور۔ اساتذہ۔ طلباء۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ عام مسائل جاننے والے غرض ہر طبقہ کے سینکڑوں آدمی مبلغ حضور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس علاقہ میں پہنچ گئے۔ اور باقاعدہ تنظیم کے تحت شدھی کی تحریک کا مقابلہ شروع کر دیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ کی انتھک جد و جہد کے نتیجہ میں تحریکِ شدھی ناکام ہو گئی۔ اور ہندو مناد احمدیوں کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور بعض نے تو پیش قدمی شروع کر دی۔ لیکن حضرت فضل عمر محمود ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا جب تک ایک ایک مسلمان بھی شدھی کا شکار ہونے کا خطرہ ہے ہم اس مہم کو نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ

دہریت، دوست و دشمن یکجا دم بخود تھے۔ کہ اسلام کا صحیح درد اور خدمات کا حقیقی جذبہ احمدیہ جماعت ہی میں پایا جاتا ہے۔

۴۔ حضرت عمرؓ کے مراتب کمال میں یہ بات داخل ہے کہ انہوں نے ملک کے حالات سے ایسی واقفیت حاصل کی تھی کہ قوم کے ایک ایک فرد کے اوصاف ان کی نگاہ میں تھے۔

حضرت فضل عمرؓ میں بھی یہ کمال بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ کہ وہ تمام مذاہب۔ تمام سیاسی تحریکوں اور اپنی جماعت کے ایک ایک فرد کے خصائص سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اور ہر شخص ان سے گفتگو کے بعد یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ حضور اس کے اوصاف اور اس کی خصوصیات اور حالات سے پوری طرح باخبر ہیں۔

۵۔ حضرت عمرؓ جن لوگوں سے محبت رکھتے تھے وہ سب کے سب اہل علم و فضل ہوتے تھے۔ بخاری شریف میں ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کے اہل مجلس اور اہل مشورت علماء تھے خواہ بوڑھے ہوں یا جوان۔

حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالے کے بھی اہل مجلس و اہل مشورت علماء ہیں۔ مجلس شوریٰ کی مجلس علم و عرفان ہیں ہر ایک اس امر کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح سیدنا فضل عمر دنیاوی علم و فضل میں مشہور مدبروں کو بھی شریک مجلس رکھتے ہیں۔ اور ان کو ذمہ دار عہدوں پر فائز فرماتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنی قابلیتوں اور تجربات سے پورے طور پر سلسلہ کو فائدہ پہنچا سکیں۔

۶۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے دوران مجلس شوریٰ قائم کی۔ اس کے ارکان اور انعقاد کے طریقوں کا اعلان فرمایا۔ اور خاص ضرورتوں کے پیش آنے کے وقت مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب فرمایا کرتے تھے۔ اور کثرت رائے سے معاملات طے پاتے تھے۔

حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے زمانہ خلافت میں بھی مجلس شوریٰ قائم ہوئی جس کے اجلاسات ہر سال منعقد ہوتے ہیں۔ اور کبھی کبھی ضرورتوں کے پیش آنے پر سال میں دو مرتبہ بھی مجلس شوریٰ کے اجلاسات ہوتے ہیں۔ اور ان میں اتفاق رائے سے امور طے پاتے ہیں۔

۷۔ حضرت عمرؓ نے ضرورت کے پیش نظر تمام کاموں کے لئے جداگانہ محکمے قائم کئے۔ فوج کے دفتر قائم کئے۔ بیت المال کا حساب نہایت درجہ صاف رکھا جاتا تھا۔ مختلف کاموں کے لئے مختلف رجسٹر کھولے گئے۔ یعنی مختلف شعبے قائم کئے گئے۔ دفتر تنخواہ۔ خراج۔ مصارف جنگ۔ مردم شماری۔ فوجوں کو اور کام کرنے والوں کو مختلف حیثیتوں سے تنخواہ ملتی تھی۔

حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالے نے اپنے عہد مبارک میں صدر انجمن احمدیہ کے کام کو علیحدگی سے انجام دینے کے لئے نظارتیں مقرر فرمائی ہیں۔ ہر نظارت کا افسر ناظر کہلاتا ہے۔ ہر نظارت کے ذمہ علیحدہ علیحدہ کام تفویض کیا گیا۔ نظارت دعوت و تبلیغ۔ نظارت تعلیم و تربیت۔ نظارت بیت المال۔ نظارت امور عامہ و خارجہ۔ تالیف و تصنیف۔ نشر و اشاعت۔ نظام وصیت۔ تحفظ جائداد۔ ضیافت کے علیحدہ علیحدہ شعبے قائم کئے گئے۔ مبلغین اور کارکنوں کی تنخواہ و گریڈ مقرر کئے گئے۔ پراویڈنٹ فنڈ اور پنشن کا نظام جاری فرمایا۔

۸۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فتوحات کی پیشگوئیاں بدرجہ اتم حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں پوری ہوئیں یعنے اسلام جزیرہ عرب سے نکل کر چہار اطراف عالم میں پھیل گیا تھا۔ قیصر و کسریٰ کی فتوحات۔ سونے کے کنگن والی پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ اسی طرح اسلام کے دور ثانی میں سیدنا فضل عمر کے زمانہ خلافت میں احمدیت یعنے حقیقی اسلام تمام براعظموں تمام ملکوں میں پھیل گئی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو اہم پیشگوئیاں وابستہ تھیں۔ سفر یورپ، حج، دمشق کے المنارۃ البیضاء کے قریب اترنا معنوی و ظاہری لحاظ سے۔ تبلیغ کا دنیا کے کناروں تک پہنچنا۔ داغ ہجرت، نیا مرکز قائم کرنا غرض یہ اہم پیشگوئیاں سیدنا فضل عمر کے عہد خلافت میں اپنے ظاہری معنوں میں پوری ہوئیں۔

۹۔ حضرت عمرؓ صرف فنون حرب کے اعتبار سے بہترین جرنیل۔ انتظام مملکت کے اعتبار سے بہترین مدبر اور اپنی بارعب شخصیت کے باعث ہی مشہور نہیں ہیں۔ بلکہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کے مطابق سیدنا حضرت عمرؓ کو نبوت کے علم میں سے بھی حصہ ملا تھا۔

فی زمانہ حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ کی قیادت میں سینکڑوں ہزاروں [illegible] آنریری مبلغ تبلیغ اسلام کے ذریعہ نئے سے نئے علاقے مملکت احمدیت میں شامل کرتے جا رہے ہیں۔ سیدنا فضل عمرؓ ایک فتح نصیب جرنیل کی طرح اپنے مرکز سے باہر محاذ تبلیغ کا بھی جائزہ لینے اندرون ملک متعدد بار اور بیرونی ممالک میں دو مرتبہ تشریف لے گئے۔ حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالے کے حسن انتظام اور بارعب شخصیت کے باعث [illegible] اور افسر اور روحانی۔ تربیتی۔ انتظامی اور تبلیغی اعتبار سے [illegible] گامزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے [illegible] نور نبوت سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا ہے چنانچہ

حضرت فضل عمر کا [illegible] اور [illegible] بانی سلسلہ سیدنا حضرت مسیح موعود کو الہاماً بتایا گیا اور یہ بھی بتایا گیا کہ "وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا"۔

۱۰۔ حضرت عمرؓ ملہم اور صاحب کشف تھے۔ چنانچہ اسلام کے بہت سے احکام آپ کو کشفی طور پر بتائے گئے۔ میدان جنگ کا نقشہ بھی آپ کو کشف میں ظاہر ہوا۔ چنانچہ "یا ساریۃ الجبل" مشہور واقعہ ہے۔

سیدنا فضل عمر ایدہ اللہ تعالے بھی صاحب رؤیا و کشوف ہیں۔ اور آپ کو اللہ تعالے نے الہام کی نعمت سے بھی نوازا ہے ایک نئی تالیف جو سیدنا فضل عمر ایدہ اللہ تعالے کے الہامات، رؤیا و کشوف کا مجموعہ ہے اس پر شاہد ناطق ہے

۱۱۔ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی تھی کہ ابوجہل یا عمر بن خطاب میں سے کسی کو مسلمان کر کے اسلام کو معزز و غالب کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالے نے سیدنا عمرؓ کو اسلام کی خدمت کے لئے عطا کیا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعا کرنے پر اللہ تعالے نے آپ کی اولاد کے ذریعہ ترقی و نصرت اسلام کی بنیاد ڈالنے کا وعدہ فرمایا۔ اور جس طرح آنحضرت صلعم کی دعا کے نتیجہ میں اسلام کو حضرت عمرؓ ملے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں احمدیت کو حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالے ملے۔

۱۲۔ حضرت عمرؓ کو اللہ تعالے نے دین کی معرفت عطا فرمائی تھی۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کی ایک رؤیا میں ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کو ایک لمبی قمیص پہنے دیکھا جو زمین پر گھسٹتی جاتی تھی۔ آنحضرت صلعم نے اس کی تعبیر فرمائی کہ اس سے دین مراد ہے۔ اللہ تعالے نے حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالے کے متعلق بھی فرمایا۔ کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور پھر اس کا مصداق بنایا۔ آپ کی روحانی اور علمی تقریریں سننے کا ہر ایک کو اشتیاق ہے۔ آپ نے قرآن کریم کی تفسیر میں علم و معرفت کے دریا بہا دیئے آپ کو اللہ تعالے نے دین کے معاملہ میں ایسا فہم اور صائب رائے عطا فرمائی ہے کہ علماء و فضلاء بھی آپ کے علوم ظاہری و باطنی سے خوشہ چین رہتے ہیں۔

۱۳۔ سیدنا حضرت عمرؓ پر نماز کے دوران مسجد میں قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا۔ سیدنا فضل عمر ایدہ اللہ تعالے پر بھی مسجد میں جبکہ آپ نماز کا سلام پھیر کر اٹھنا ہی چاہتے تھے قاتلانہ حملہ کیا گیا لیکن اللہ تعالے نے حضور اپنے فضل سے جماعت کی دستگیری فرمائی۔ اور اس کاری زخم سے حضور ایدہ اللہ تعالے کو شفا عطا فرمائی۔ عجیب اتفاق ہے۔ کہ دونوں پر حملہ خنجر کے ذریعہ کیا گیا حضرت عمرؓ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالے عصر کا سلام پھیر کر فارغ ہوئے ہی تھے۔

۱۴۔ حضرت عمرؓ میں تقریر کا ملکہ خداداد تھا۔ برمحل اور برجستہ خطبے دیتے تھے۔ آواز بلند اور پُر رعب تھی۔ تقریر کے ساتھ تحریر میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔

حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالے بھی خطبے۔ جلسہ سالانہ کی تقریریں گھنٹوں برمحل۔ برجستہ۔ پر معارف بیان فرماتے ہیں جلسہ سالانہ [illegible] کے موقعہ پر حضور نے فرمایا۔ کہ میں اپنی جوانی میں بغیر تیاری کے گھنٹوں تقریر کیا کرتا تھا۔ آپ کو بھی اللہ تعالے نے آواز بلند اور بارعب عطا فرمائی ہے۔ تحریر میں آپ کی تفسیر قرآن مجید اور بیسیوں علم و معرفت اور پولیٹیکل معرکۃ الآراء تصانیف اپنی مثال نہیں رکھتیں۔

۱۵۔ حضرت عمرؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ عشرہ مبشرہ کو آنحضرت صلعم نے دنیا میں ہی جنتی ہونے کی بشارت دیدی تھی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الوصیت میں فرمایا ہے کہ بہشتی مقبرہ میں داخل ہونے کے لئے میری نسبت اور میرے اہل و عیال کی نسبت خدا نے استثناء رکھا ہے . . . . اور شکایت کرنے والا منافق ہوگا۔

اس سے واضح ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی اولاد میں ہونے کی وجہ سے حضرت فضل عمر محمود ایدہ اللہ تعالے کے جنتی ہونے کی بشارت اسی دنیا میں دیدی ہوئی ہے۔

۱۶۔ حضرت عمرؓ نے سات سے زیادہ شادیاں کی تھیں اور آپ کی اولاد کثرت سے ہوئی۔ جن میں سے عبد اللہؓ۔ عبید اللہ۔ عاصمؒ زیادہ نامور ہیں۔

حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالے کی بھی سات شادیاں ہوئیں۔ اور اللہ تعالے نے آپ کو بھی بہت اولاد عطا فرمائی ہے۔ جن میں صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب۔ صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب اپنے علم و فضل اور تقدس کے لحاظ سے زیادہ معروف ہیں۔

ان مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ بیسیوں باتیں اور بھی ایسی ہیں جن میں حضرت عمرؓ اور حضرت فضل عمر ایدہ اللہ کے درمیان شدید مماثلت پائی جاتی ہے۔ کیا بلحاظ پاکیزہ اخلاق۔ تدبر۔ علم و فضل۔ عدل و انصاف۔ انتظامی قابلیت۔ مردم شناسی۔ سادہ معاشرت۔ زندہ دلی۔ توکل علی اللہ۔ تعلق باللہ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سیدنا محمود فضل عمر ایدہ اللہ تعالے کو صحت و سلامتی کی عمر دراز عطا فرمائے اور اسلام و احمدیت کے غلبہ کے متعلق تقدیر کے نوشتے آپ کے مبارک عہد خلافت میں پورے ہوں۔ آمین ثم آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد مصلح موعود کی ضرورت

(بقیہ صفحہ نمبر ۶)

اندر سے نفیس ہوگا۔ اس لئے اس
نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی
میرے نکاح میں لاوے اور اس
سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں
کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی
ہوئی ہے۔ دنیا میں زیادہ سے
زیادہ پھیلا دے۔"
(تریاق القلوب صفحہ ۶۵ ۔ ۶۶ حاشیہ)

اس تحریر میں بنیاد کا لفظ قابل غور
ہے۔ اسی طرح ایک شعر میں بھی آپ اسی
مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
فرماتے ہیں:

یہ پانچوں جو کہ نسل سیّدہ ہے
یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے

اب سوال یہ ہے کہ کیا چوتھی صدی جو
کہ بقول اہل پیغام غلبہ اسلام کی صدی ہے
حمایت اسلام کی بنیاد کی صدی ہوگی کیا
چھت پڑنے کا نام بنیاد ہوتا ہے۔ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام تو فرماتے ہیں کہ
اسلام کی تکمیل اشاعت اور اس کی
حمایت کے لئے خدا تعالیٰ نے میری اولاد
کو چن لیا ہے۔ اور اسے اس کام کے لئے
بطور بنیاد کے کھڑا کیا ہے۔ اب اسلام
کی ساری جدید عمارت اس پر قائم ہوگی
پس مصلح موعود جس کا یہ کام بتایا ہے۔ اس
کا ابتدائی وقت ہی میں ہونا ضروری قرار دیا
گیا ہے

بہرحال خدا تعالیٰ نے اس کام کے
لئے آپ کی اولاد کو چن لیا ہے اور ان میں سے
وہ شخص کھڑا کر دیا ہے۔ جو اپنے اندر آسمانی
روح رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے
ذریعہ سے حمایت اسلام اور اسکی تکمیل
اشاعت کی بنیاد ....
....
ڈالدی ہے۔ اور ترقی اسلام کا کام اسی
سے ہو رہا ہے۔ اور ان نوروں کو جن کی تخم ریزی
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے
ہوئی ہے۔ دنیا میں زیادہ سے زیادہ
پھیلا رہا ہے۔ اور اس سے وہ کام ہو
رہا ہے جو سارے لاہوری اہل الرائے
حضرات مل کر بھی سرانجام نہ دے سکے
ان سے وہ کام سرانجام پاتا تو درکنار انہوں
نے اس کام کے علمبردار کے خلاف بغاوت
کھڑی کر کے اس کام کو نقصان پہنچانے
اور اسے ناکام بنانے کا بیڑا اٹھا لیا ہے
مگر وہ یاد رکھیں کہ ان کی بغاوت و سرکشی
اور مخالفانہ و معاندانہ و بیہودہ کوششیں
و منصوبے انکی اپنی ناکامی اور مصلح موعود
کی کامرانی پر منتج ہوں گے اور وہ اس کے
کاموں کامیابیوں کو دنیا میں زیادہ سے
زیادہ اجاگر کرنے کا باعث بنیں گے اور
اس طرح ان کی خواہشیں ہمیشہ حسرتوں
میں تبدیل ہو کر ان کے لئے سوہان روح بنی
رہیں گی۔

(ہفتم) حضرت نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی
میں بھی اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے
جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

دور سے مراد یہاں نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ
السلام کے بعد قیامت تک کا زمانہ ہے
اور نہ ہی تین سو سال کا عرصہ بلکہ اس سے
مراد آپ کی زندگی ہے۔ یعنی اس میں بتایا
گیا ہے کہ مسیح موعود کی وفات کے بعد ان کا
لڑکا ان کا قائم مقام ہو کر ان کے کام کو ترقی
دینے کے لئے کوشاں ہوگا اور اس وجہ
سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ
السلام کو خبر دی تھی کہ وہ حسن و احسان میں
تیرا نظیر ہوگا اور آپ نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ

"خدا تعالیٰ نے مجھے بشارت
دی ہے کہ موت کے بعد میں تجھے
حیات بخشوں گا اور فرمایا کہ جو
لوگ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں
وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا
کرتے ہیں۔ اور فرمایا کہ میں اپنی
چمکار دکھلاؤں گا اور اپنی قدرت
نمائی سے تجھے اٹھاؤں گا۔
پس میری اس دوبارہ زندگی سے
مراد بھی میرے مقاصد کی
زندگی ہے۔ مگر کم ہیں وہ لوگ
جو ان بھیدوں کو سمجھتے ہیں"
(حاشیہ فتح اسلام صفحہ ۲)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:-

"یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد
ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ
ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک
شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا
جانشین ہوگا اور دین اسلام
کی حمایت کرے گا۔ جیسا کہ میری
بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آ چکی
ہے"
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۲)

پس مصلح موعود جسے آپ کا
نسلی و حقیقی بیٹا قرار دیا گیا
ہے آپ کا حقیقی جانشین ہے جس
کی بجائے وہ اپنی نام نہاد اور
خود ساختہ جعلی انجمن کو آپ کا
جانشین بنا کر اصل حقیقت پر
پردہ ڈال رہے ہیں۔

اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے
بعد مسیح مصلح موعود کی کوئی ضرورت نہ تھی
تو ہمارے لاہوری حضرات نے اپنی مصنوعی
انجمن کو کیوں آپ کا جانشین بنا رکھا ہے۔
اس کا تو یہ مطلب ہے کہ وہ دنیا کو یہ
بتانا چاہتے ہیں کہ ان کے جعلی امیر اور جعلی
انجمن کی تو آپ کے بعد ضرورت ہے۔ مگر
حقیقی مصلح موعود کی ضرورت نہیں۔

ہشتم۔ ایک وجہ آپ کی وفات کے
معاً بعد کسی شخص کے کھڑا کئے جانے کی
یہ بھی ہے کہ آپ کے وجود کے درمیان
میں سے اٹھ جانے کی وجہ سے جماعت
کو طرح طرح کے اندرونی و بیرونی ابتلاء
پیش آنے والے تھے جن کی وجہ سے اس
کے گر جانے کا خطرہ درپیش تھا۔ وہ
فتنے اور ابتلاء اس بات کا تقاضا کرتے
تھے کہ کوئی شخص روح القدس کی تائید
پا کر کھڑا ہو جو اس گرتی ہوئی جماعت کو
سنبھال لے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ
السلام نے الوصیت میں اس ضرورت کا
اظہار بھی فرما دیا تھا۔ اور لکھا تھا کہ خدا تعالیٰ
میرے بعد جماعت کو سنبھالنے کے لئے
کسی شخص کو کھڑا کرے گا۔ چنانچہ آپ فرماتے
ہیں:۔

"جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات
کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور
دشمن زور میں آ جاتے ہیں اور
خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا
اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ
جماعت نابود ہو جائے گی اور
خود جماعت کے لوگ بھی تردد
میں پڑ جاتے ہیں اور انکی کمریں
ٹوٹ جاتی ہیں۔ اور کئی بدقسمت
مرتد ہونے کی راہیں اختیار
کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ
دوسری مرتبہ اپنی زبردست
قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی
ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا
ہے۔ پس جو اخیر تک صبر کرتا ہے
خدا تعالیٰ کے معجزہ کو دیکھتا ہے
جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے
وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت
صلعم کی موت ایک بے وقت
موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے
بادیہ نشین مرتد ہو گئے۔ اور صحابہ
بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح
ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے
حضرت ابوبکر صدیق کو کھڑا کر کے
دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ
دکھایا۔ اور اسلام کو نابود
ہوتے ہوتے تھام لیا ......
...... سو اے عزیزو جبکہ
قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ
خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا
ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی
خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے
سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ
اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے"
(الوصیت)

چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد
خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفہ اول کو کھڑا کر
دیا۔ اور جب ان کے بعد اہل پیغام نے ایسا
فتنہ کھڑا کر دیا جس نے جماعت کی بنیادوں
کو متزلزل کر دیا۔ اور اس کے نظام کے
استحکام اور ترقی کو نقصان پہنچانے اور لوگوں
کو مرتد کرنے کی کوشش کی اور اس کے کام پر
کاری ضرب لگائی اور اسی طرح اس کے مخالفوں
کے لئے خوشی کا سامان بہم پہنچایا تو ایسے
سخت وقت میں اشد ضرورت تھی کہ گرتی
ہوئی جماعت کو سنبھالا جاتا خود مسیح موعود
کے الفاظ میں بھی اس امر کی طرف اشارہ موجود
تھا۔ اگر خدا تعالیٰ نے حضرت امام جماعت احمدیہ
کے ذریعہ سے اسے نہ سنبھالا ہوتا تو آج جماعت
کا وجود بھی کہیں نظر نہ آتا اور یہ جماعت
اغیار میں جذب ہو کر ختم ہو چکی ہوتی۔

پس خدا تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ
سے اسے تشتت و تباہی سے بچا لیا اور
اس کے اتحاد و شیرازہ کو مضبوطی سے قائم
کر دیا۔ پس یہ خطرناک فتنہ تقاضا کرتا تھا
کہ جماعت کا کوئی امام ہو جو اس کے
شیرازہ کو بکھرنے سے بچاتے اور اسکے
مرکز کی مرکزیت کو قائم رکھے اور جماعت کو
از سر نو مضبوطی سے قائم کر دے۔

ہمارے اہل پیغام حضرات اسے ایک بچہ
قرار دیتے اور اپنے آپ کو اہل الرائے
سمجھتے تھے۔ مگر اس ناتجربہ کار بچہ کے سامنے
ان اہل الرائے حضرات کی ایک بھی نہ چلی۔ اور
وہ سارے کے سارے اس کے سامنے
مرعوب ہو کر بھاگ گئے۔ اور یوں اللہ تعالیٰ
نے اس کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کو نئے سرے سے زندگی عطا فرمائی۔

بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے
بعد جماعتی فتنوں کے ازالہ جماعت کی تعلیم و تربیت
اصلاح و ارشاد عقائد فاسدہ کے ابطال عقائد
حقہ کے قیام نظام جماعت کے استحکام اور
اشاعت احمدیت و اسلام آپ کی تخم ریزی کو بارآور
کرنے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اکناف عالم میں پہنچانے
اور اسے دنیا سے روشناس کرانے اور غلبہ اسلام
کو سامان پیدا کرنے کے لئے مصلح موعود
کی اشد ضرورت تھی۔ اور اس امر کی ضرورت تھی
کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بھی انتہائی
مادیت کے دور میں ایسی فعال اور روح القدس
سے تائید یافتہ زندہ [illegible] موجود ہوتی۔
جو پوری قوت کے ساتھ آپ کے مقاصد
کی پیشقدمی کو جاری رکھتی اور مادیت پر کاری
ضرب لگا کر روحانیت کی ایسی روح پھونکتی کہ دنیا
محسوس کر لیتی کہ واقعی وہ اسلام [illegible]
[illegible]

اسلامی معاشرہ کی عملی تجدید

از

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ

از جناب شیخ عبد الحمید صاحب عاجز بی۔ اے ناظر بیت المال قادیان

آج مادیت اور سائنس کی ترقی کے اضافہ میں تمام دنیا ایک بے چینی اور ذہنی انتشار کے دور سے گذر رہی ہے۔ اور سرد جنگ کی کشمکش ایک تیسری تباہ کن جنگ کے خطرات کے آثار پیدا کر رہی ہے۔ اور جس قدر سائنس کی نئی ایجادات ترقی پذیر ہو رہی ہیں۔ اسی قدر تباہی کے خدشات زیادہ بڑھ رہے ہیں۔ دنیا کی مختلف طاقتیں دو مخالف نظریات کی حامل ہیں۔ اور ہر ایک گروہ اس بات کا دعوے دار ہے۔ کہ اس کا نظام تمدن و معاشرت دوسرے گروہ سے بہتر اور افضل ہے۔ اس لئے اسے دنیا پر غالب آنا چاہیئے۔ خواہ ایسے غلبہ کے حصول کے لئے کسی قدر جائز و ناجائز ذرائع استعمال میں لانے پڑیں۔

اخلاقی ترقی کے متعلق پنڈت نہرو کے مضمون کا خلاصہ

ہمارے ملک کے وزیر اعظم جو دنیا کے موجودہ سیاسی مدبرین میں چوٹی کے لیڈر مانے جاتے ہیں۔ اور جن کے خیالات مذہبی دنیا سے بالکل لاتعلق سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی ذہنی کیفیت کا اندازہ اس مضمون سے لگایا جا سکتا ہے۔ جو انہوں نے اگست ۱۹۵۸ء میں اپنے بعض خاص دوستوں میں غور و مشورہ کے لئے سرکلر کیا۔ بعد میں اس مضمون کو عام شائع کرنے کی اجازت دی گئی اور جو "Basic Approach" کے عنوان سے ملک کے بڑے بڑے اخبارات اور مشہور رسائل میں شائع ہو چکا ہے۔

پنڈت نہرو نے اپنے اس مضمون میں اس تلخ حقیقت کا کھلے الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔ کہ آج دنیا مادی ترقی کی دوڑ میں تباہی کی طرف جا رہی ہے۔ اور محض سائنس کی نو بنو نئی ایجادات ہماری مشکلات کے حل کے لئے کافی نہیں ہو سکتیں۔ آپ نے اس اہم مضمون میں کمیونزم نظام کے جبری پہلو پر نکتہ چینی کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ ایسا طریق کار انسانی فطرت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ اسی طرح آپ نے موجودہ جمہوری اور سرمایہ داری نظام کے نقائص کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اس کی عملی صورتیں دنیا کی اقتصادی بدحالی اور غیر معمولی عدم مساوات کا نہایت بھیانک اور تکلیف دہ منظر پیش کر رہی ہیں۔ اس مضمون میں آپ نے ہر دو نظاموں کے نقائص کا تجزیہ کرتے ہوئے انسانیت کی اخلاقی اور روحانی قدروں کو اجاگر کرنے کی ضرورت اور اہمیت پر بحث کی ہے۔ کیونکہ دنیا کی حقیقی ترقی اور امن و فلاح کے لئے آپ کو صرف اسی میدان میں امید کی ایک آخری کرن نظر آئی ہے۔

اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر ترقی کے پر امید وابستہ کے تصورات کے ساتھ ساتھ پنڈت جی نے اپنے مضمون میں اس خامی کا بھی خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ کہ جو لوگ اور مذاہب دنیا کی اخلاقی درستی اور روحانی بنیادوں پر ترقی کا راستہ دکھانے کے ضامن ہیں۔ ان کا بیشتر حصہ تنگ نظری کا شکار رہا ہے۔ اور عملی طور پر اخلاق کی حقیقت اور اس کی گہرائیوں سے عاری ہے گویا کہ چھلکا تو موجود ہے۔ لیکن مغز کی کمی ہے اس تاریخی مضمون کے آخر پر پنڈت جی نے ایک گم گشتہ راہ رو کی طرح اپنی ذہنی پریشانی اور فکر مندی کے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے ملک کے اہل فکر افراد کو دعوت دی ہے۔ کہ وہ سنجیدگی سے غور و فکر کر کے ملک کی ترقی اور دنیا کی مشکلات کا بنیادی حل تلاش کرنے کی کوشش کریں۔

پنڈت جی کا مضمون پڑھنے سے جو آن کے اندرونی اضطراب اور قلبی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ کافی نمایاں ہے۔ اس مضمون کو امریکہ نے اپنے ملک کی پالیسی کے طور پر وسیع اشاعت اس وجہ سے دی ہے کہ اس میں کمیونزم کا اصولی رد کیا گیا ہے۔

پنڈت جی کے مضمون کا خلاصہ بیان کرنے سے میری غرض یہ ہے۔ کہ احباب اس امر کا اندازہ لگا سکیں۔ کہ مذہبی خیالات سے ایک لاتعلق لیڈر بھی آج حالات کے تقاضوں کے ماتحت سنجیدہ افکار پر مجبور ہوا ہے۔ اور اسے بھی اس مادی کشمکش کے دور میں دنیا کے حقیقی امن و آشتی کا راستہ صرف انسان کی اخلاقی اور روحانی اصلاح میں نظر آیا ہے۔

اگر اخبارات میں دنیا کے دیگر بڑے بڑے مفکروں اور سیاسی راہنماؤں کے بیانات کو دیکھا جائے۔ تو اسی قسم کی بلکہ اس سے بڑھ کر پریشانی اور خوف و ہراس کی حالت کا نقشہ ہمارے سامنے آجائے گا۔ آج کے تمام دنیاوی لیڈر امن، امن کی پکار بلند کر رہے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ وہ اپنے غلط اور غیر فطرتی اصولوں کے ہجوم میں حقیقی سلامتی اور امن کے پائیدار راستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

خدائی پیغام کی ضرورت

ہمارے ملک کے وزیر اعظم اپنے فطرتی شعور اور ذاتی احساس اور صلاحیت کے باعث امراض کی تہ تک تو آ پہنچے ہیں۔ لیکن ان کا صحیح علاج اور حل تلاش کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ اس لئے ان کو اپنا مضمون بے نتیجہ اور تشنۂ تکمیل چھوڑنا پڑا۔ یہ ہمارے بھارت کی خوش قسمتی ہے کہ جس طرح ماضی میں اس ملک میں بہت سے روحانی اور اخلاقی راہ نماؤں نے جنم لیا۔ اسی طرح موجودہ زمانہ میں بھی دنیا کی اخلاقی درستی، حقیقی ترقی و امن اور روحانی سرفرازی کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھارت کی سرزمین کو منتخب کیا۔ تا امن و اتحاد اور آشتی و محبت کا وہ پیغام جو معاشرہ انسانی اور تمدن کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے عرب کے صحرا سے بلند ہوا تھا۔ آج پھر اس کا سواگت کرتے ہوئے دنیا کو تباہی و بربادی سے بچایا جا سکے۔

یہ پیغام خالق و مخلوق کے رشتہ کو مضبوط اور استوار کرنے کا پیغام ہے یہ پیغام حقیقی خدمت خلق کے جذبہ کو اجاگر کر کے بنی نوع انسان کے لئے حقیقی ہمدردی کا پیغام ہے۔ تا ہم دنیا کے لئے نافع وجود بن سکیں۔

یہ وہی پیغام ہے جو نفسانیت اور مواد ہوس کی آگ کو ٹھنڈا کر کے انسانی قلوب کو خدا کے نور سے روشن کرتا ہے۔ اور جس پر چل کر ایک دوسرے کے لئے جذبہ قربانی و ایثار کو فروغ ملتا ہے۔ اور بھولا بھٹکا انسان اپنے اندر خدا کے فضل کو جذب کر کے مقصد حیات کو پاتا ہے۔

جب سے دنیا معرض وجود میں آئی ہے۔ ہمیشہ الٰہی پیغام ہی دنیا کی ہدایت اور راہ نمائی کا موجب بنتا رہا ہے یہی پیغام حضرت ابراہیم لائے۔ اسی پیغام کی حضرت موسیٰ نے تشہیر کی اسی پیغام کو حضرت رامچندر جی اور حضرت کرشن علیہ السلام نے پیش کیا۔ دنیا والے بار بار بھولتے رہے۔ اور ہمارے خالق و مالک نے متواتر اپنی وحی اور پیغمبروں کے ذریعہ سے زمانے اور حالات کے تقاضوں کے مطابق دنیا والوں کو بھولا ہوا سبق یاد کرایا۔ تا اس کے بندے اپنے خالق کے قرب اور آستانے سے دور نہ جا پڑیں۔

بالآخر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دنیا کی مستقل راہ نمائی اور سربلندی کے لئے ایک مکمل لائحہ عمل شریعت قرآنیہ کی صورت میں نازل فرمایا۔ جس میں ہر زمانے کی ہر قسم کی ضروریات کا اصولی حل بتایا گیا۔ تاکہ ان ہدایات پر عمل پیرا ہو کر بنی نوع انسان ایک اعلیٰ و ارفع معاشرہ کے ماتحت اپنی تمدنی۔ اقتصادی، معاشرتی اور جملہ قسم کی ضروریات کو سمجھ کر اپنے مقصد حیات کو پورا کر سکیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں شریعت اسلامیہ کی پابندی اور معاشرہ دینی کے ذریعہ سے عرب کی مشرک اور جاہل ترین اقوام نے جس قدر ترقی حاصل کی تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

اس زمانہ کے ریفارمر حضرت مسیح موعود علیہ السلام

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں نے اپنی بدبختی سے اپنی ماضی کی روایات کو فراموش کر دیا۔ اپنے مقصد کو بھول گئے۔ اور اپنے فکر و عمل کی بے راہ روی کے باعث مصائب و حوادث کا شکار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت پر رحم فرما کر اپنے وعدوں کے مطابق قادیان کی مقدس بستی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو احیائے دین کے لئے مبعوث فرمایا۔ تا دنیا ایک بار پھر زندہ خدا کے وجود کو محسوس کر کے اس کے فضلوں سے حصہ پا سکے۔ اور اسلامی تمدن اور معاشرہ کے وہ پہلو جن کو نظر انداز کر کے دنیا فتنہ و فساد کا مرکز بن رہی تھی۔ ان کا علاج ممکن ہو سکے۔ آپ نے آ کر اسلامی اصولوں کی فوقیت اور افضلیت کو دلائل و براہین کے ساتھ ثابت کیا۔ اور اسلام کے روشن چہرہ سے بعد کے پیدا شدہ رسم و رواج کے گرد و غبار کو دور کر کے اسلام کو اندرونی و بیرونی حملوں سے محفوظ فرمایا۔

آپ نے فرمایا۔ کہ صحیح اسلامی معاشرہ کو عملی طور پر اپنانے کے لئے تعاون، اخلاص اور قربانی کی روح کی ضرورت ہے جس کے بغیر گھر کی مختصر چار دیواری سے بڑھ کر دنیا کی وسیع بین الاقوامی سوسائٹی کے دائرہ تک کہیں بھی صحیح امن اور خوشحالی کی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔

آپ نے فرمایا کہ اگر ہم اپنے جملہ افعال و کردار میں امانت و دیانت کے صحیح معیار کو بلند رکھنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم اپنے حقوق سے زیادہ اپنے فرائض کی طرف

تو بہ دیں۔ تو ہر سطح پہ ہمارے معاشرہ کی بنیادیں تقویٰ ہی پر قائم ہو سکتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے زمانہ میں مخلصین کی ایک مختصر جماعت پیدا کی۔ جو ایک نہایت بیج کی حیثیت رکھتی تھی۔ اور مشیت یہ چاہتی کہ جس کا پھیلنا اور غیر معمولی ترقی کرنا مقدر رکھا تھا۔ خود سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رسالہ "الوصیت" میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"سو اے عزیزو جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دے ...... تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے ...... یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو۔ جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا۔ اور ہر ایک طرف اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بہت بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے۔ اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے۔ تا خدا تمہاری آزمائش کرے۔ کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق ہے اور کون کاذب ہے۔"

حضور اقدس نے اپنی مختلف پیشگوئیوں اور الہامات میں اسباب کا بھی اعلان فرمایا تھا۔ کہ پسر موعود کے زمانہ میں دنیا میں تباہ کن آفتوں اور مصائب کا ظہور ہوگا۔ یہاں تک کہ دنیا چلا اٹھے گی۔ کہ کیا ہونے والا ہے۔ اس خوف و ہراس کے زمانہ کی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام میں حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک نام "عالم کباب" بھی رکھا ہے چنانچہ حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ خلافت میں دنیا کے مختلف ممالک میں جس قدر عظیم الشان انقلابات رونما ہوئے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں۔ انکی مثال گذشتہ زمانوں میں نہیں ملتی۔ اور پھر جو دو بین الاقوامی عظیم لڑائیاں ہو چکی ہیں۔ وہ اسبات کا ثبوت ہیں۔ کہ "عالم کباب" کا الہام حضرت مصلح موعود کی ذات میں پورا ہوا ہے۔

امن عالم کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی بیان فرمودہ تجاویز

اسلامی تمدن اور معاشرہ کو رائج کر کے اور مستقل بنیاد

پر ملکی تنازعات کو ختم کرنے کے لئے اسلامی شریعت حقہ کی روشنی میں جو اصول حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دنیا کے سامنے رکھے ہیں۔ ان کی تفصیل اپنی ذات میں ایک بہت بڑا اور وسیع مضمون ہے۔ اس موقعہ پہ صرف مثال کے طور پہ ایک دو ضروری امور پہ اکتفا کیا جاتا ہے جن کا تعلق قیام امن کے لئے بین الاقوامی معاہدات کے ساتھ ہے۔ حضور نے ۱۹۲۴ء میں لیگ آف نیشنز کے نقائص اور متوقع ناکامی کا ذکر فرمایا۔

"۱۔ اگر حکومتوں میں اختلاف ہو۔ تو دوسری حکومتیں زور دے کر تبادلہ خیالات کر کے فیصلہ کرنے پر مجبور کریں۔

۲۔ اگر ان میں سے کوئی فریق نہ مانے اور جنگ کرے۔ تو سب مل کر لڑنے والے سے جنگ کریں۔

۳۔ جب حملہ آور مغلوب ہو جائے۔ اور باہمی سمجھوتہ کے فیصلہ پہ راضی ہو جائے۔ تو پھر سب ساتھ مل کر صلح کا فیصلہ کرائیں۔ (پہلی صلح صلح سے کام کرنے کے معنوں میں ہے۔ اور دوسری صلح سے شرائط صلح کے تعیین پہ دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ دوبارہ شرائط کے کوئی معنے نہیں۔ عدل کا اضافہ بھی اس پہ دال ہے)

۴۔ لیکن جنگ کی وجہ سے غصہ سے کام نہ لیں جس کا حق ہو۔ اُسے دیں۔ بعض دفعہ حق والا بھی غصہ سے لڑ پڑتا ہے مگر حق بہرحال اسی کا ہوتا ہے۔

۵۔ و تقسطوا سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ مغلوب یا غالب فریق سے دوسری دخل دینے والی اقوام کوئی فائدہ نہ اٹھائیں۔

یہ لیگ آف نیشنز اسلام نے اس وقت پیش کی۔ جب اس قسم کا کسی کو خیال تک نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس نکتہ کو مجھ پہ کھولا۔ جو ایک عظیم الشان کام ہے۔ جو صرف نبیوں یا خلفاء کا ہی ہو سکتا ہے کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ اس قسم کا اہم انکشاف سوائے انبیاء اور خلفاء کے کسی نے آج تک کتب سماویہ میں سے کیا ہو۔ جس کا تعلق سب دنیا سے ہو۔ اور صدیوں کے لئے ہو یورپ کی لیگ اسی کی مخالفت سے فیل ہوئی۔ اور میں نے احمدیت میں پہلے سے اس کا اشارہ کر دیا تھا کہ اگر لیگ آف نیشنز بناؤ تو ان قرآنی اصولوں پر بناؤ۔ مگر چونکہ لیگ کے قیام میں ان شرائط کو مدنظر نہ رکھا گیا۔ اس لئے وہ ناکام ہو گئی۔"

نیز فرمایا:۔

"جب تک لوگ اسلام کی تعلیم کے مطابق یہ نہیں سمجھیں گے کہ ہم سب ایک ہی جنس سے ہیں۔ اور یہ کہ ترقی تنزل سب قوموں سے لگا ہوا ہے۔ کوئی قوم شروع سے ایک ہی حالت پر نہیں چلی آئی اور نہ آئندہ چلے گی کبھی فساد دور نہ ہوگا۔ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ قوموں کو زیر و زبر کرنے والے آتش فشاں مادے دنیا سے ختم نہیں ہو گئے۔ بلکہ جس طرح پہلے کام کرتی چلی آئی ہے اب بھی کر رہی ہے۔ پس جو قوم دوسری قوم سے حقارت کا معاملہ کرتی ہے۔ وہ ظلم کا ایک نہ ختم ہونے والا چکر لاتی ہے۔"

حضور نے یہ بھی فرمایا۔ کہ جب تک یہ شرط نہ رکھی جائے۔ کہ جو قوم یا حکومت غلطی کرے گی اس سے سب حکومتیں مل کر لڑیں گی اسی وقت تک امن قائم نہیں ہو سکے گا اس وقت حضور کے اس ارشاد فرمودہ اصول کو ناقابل عمل سمجھا گیا تھا۔ لیکن آج کے واقعات اور حالات نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے۔ کہ مشترکہ افواج کے قیام کی ضرورت کس قدر اہم ہے حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی تقاریر "نظام نو" اور "اسلام کا اقتصادی نظام" ہر دو میں اسلامی تمدن و معاشرہ کے مختلف پہلوؤں پہ سیر کن بحث فرما کر دنیا کے سامنے پر زور اور ناقابل تردید دلائل کے ساتھ اسلامی اصولوں کی برتری کو ثابت فرمایا ہے۔

حضور کی تقاریر کا خلاصہ اگر چند الفاظ میں بیان کیا جائے تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ

(۱) جمہوریت کے سرمایہ داری نظام کا سب سے بڑا نقص سرمایہ اور محنت کا عدم توازن اور اس کے باعث دولت کی غیر متوازن تقسیم ہے۔

(۲) کمیونزم نظام کا سب سے بڑا نقص اس توازن کے لئے جبر سے کام لینا ہے جس سے با دلی ذوق اور ذاتی دلچسپی کی روح ماری جاتی ہے۔

(۳) اور ان ہر دو نظاموں کے مقابل پہ اسلامی معاشرہ میں خرابیوں کو ایسے منصفانہ اور حکیمانہ طور سے دور کیا گیا ہے جس سے ذاتی اور شخصی ملکیت کے حق کو قائم رکھ کر انفرادی دلچسپی کو بھی قائم رکھا جا سکے اور محرکات دولت کو روک کر اور اس پر شرعی پابندیاں لگا کر اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر غیر مساوی تقسیم دولت کو زیادہ سے زیادہ حد تک دور کیا جا سکے۔ ورثہ کی تقسیم سود کی ممانعت زکوٰۃ اور صدقات کے احکامات اسلامی معاشرہ کے لازمی اور ضروری اجزاء ہیں۔

اسلامی معاشرہ کا عملی قیام اور ہمارا فرض — حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کے زمانہ میں آج احمدیت ایک بیج کی ابتدائی حیثیت سے نکل کر ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ اور اس کشمکش کے زمانہ میں ہم نمائش گاہ عالم میں دھکیل دیئے گئے ہیں۔ تمام دنیا کی نظریں ہماری طرف ہیں اور ہم نے اسلامی معاشرہ کی عملی صورت کو اپنے عمل سے دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے اجتماعی اور انفرادی ہر دو حیثیتوں سے ہمیں اپنا قدم آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ تا ہم اسلامی معاشرہ کا صحیح نمونہ پیش کر سکیں۔ اسلام ہمیں دنیاوی جدوجہد سے فرار کی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ علم کے ہر شعبہ میں ہمیں دوسروں سے آگے نکلنے کی کوشش کو جاری رکھنا چاہیئے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دنیا کی ترقی کو اپنا مقصد نہ بنائیں۔ بلکہ اسے اپنے مقصد تک پہنچنے کا ایک ذریعہ سمجھیں۔ اور اصل مقصد وہی قرار دیں۔ جو اسلام نے ہمارے لئے مقرر کیا ہے اور وہ یہ کہ ہم اس کا قرب حاصل کریں اور اسکی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی سعی کریں۔ کیونکہ احمدیت روحانی طور پر مردہ دنیا میں زندگی کی روح پھونکنے کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ اور احمدیت کا یہ منشا ہے کہ ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے۔ اور جبکہ ہمارا تمام تر سہارا خدا تعالیٰ کی ذات پہ ہے تو پھر ہمیں اس انداز سے سوچنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کے اعتبار سے ہم نے کیا ترقی کی ہے اور حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دور خلافت میں جماعتی ترقی کے بہت سے وعدے پورے ہو چکے ہیں۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے پورے ہو رہے ہیں اور آئندہ پورے ہونے والے ہیں۔ حضور جماعت نوجوانوں کو جماعت کے انصار کو جماعت کی عورتوں کو اور چھوٹے بڑے کو بار بار سر حیثیت سے انکی ذمہ داریوں کی اہمیت کی طرف توجہ دلا چکے ہیں اور دلا رہے ہیں۔ کہ غفلت کا وقت نہیں ہے۔ سب سے اول ہم نے خود اسلام کی حقیقی روح کو سمجھنا ہے اور اسکے مطابق اپنے اعمال کو ڈھالنا ہے اور پھر تمام دنیا کے ذہنی انتشار اور بے چینی کو دور کرنے کی سعی کرنی ہے یہ وقت جاری کوششوں کا ایک اہم حصہ ہے ضرورت ہے کہ پورے خلوص اور یقین کے ساتھ ہم آگے بڑھیں اور عملی طور پر دین کو دنیا پہ مقدم رکھنے کے عہد بیعت کو پورا کر کے فرض شناسی کا ثبوت دیں جب یہ بات یقینی ہے کہ قادیان سے بلند ہونے والی آواز خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ اور وہ سچی تھی۔ تو کامیابی کے انجام کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور جب کامیابی کا علم الیقینی ہو تو اسکے بعد ارادوں میں پستی نہیں ہو سکتی۔ پس فرد فرد ہم سے کہتا ہے کہ ہم غیر معمولی قوت ارادی اور غیر متزلزل قوت عمل کے ساتھ اپنے تبلیغی ۔ تربیتی اور مالی فرائض کو سرانجام دیں اور مادی تباہی کے خدشات سے سہمی ہوئی اور خوفزدہ دنیا کو امید اور ابدی زندگی کا پیغام دیکر روحانی دولت سے مالا مال کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جنوبی ہند کا تبلیغی دورہ

(از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ سلسلہ)

حسب دستور سابق امسال بھی ۲۴ر جنوری ۱۹۵۹ء کو جماعت احمدیہ کا ایک تبلیغی وفد جنوبی ہند کے دورہ پر روانہ ہوا۔ یہ وفد دو ارکان پر مشتمل ہے۔ مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ مدراس قائدِ وفد اور خاکسار رکن وفد۔ پہلے بعض غیر ملکی مبلغ کو رکن وفد بنانے کا ارادہ تھا۔ مگر ان دنوں کوئی غیر ملکی مبلغ میسر نہ آسکے۔ جرمن مبلغ مسٹر عبد الشکور کنزے جن کے رکن وفد ہونے کی خبر تھی۔ وہ اس دورہ کے لئے فرصت نہ نکال سکے۔ اس لئے اس دورہ کے لئے میں بمبئی سے اور مولوی شریف احمد صاحب امینی مدراس سے روانہ ہوئے۔ ہم دونوں ۲۴ر جنوری کو یادگیر پہنچے۔ یہیں سے اس دورے کا آغاز ہوا۔

ریلوے اسٹیشن یادگیر پر احباب جماعت نے ہم دونوں کا استقبال کیا۔ اور پھولوں کے ہار پہنا کر اپنی محبت کا اظہار کیا۔

جلسہ یادگیر پروگرام کے مطابق ۲۵ر جنوری کو رات کے ساڑھے ۸ بجے پہلا جلسہ منعقد ہوا۔ مکرم سیٹھ محمد عبد الحی صاحب اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل کی نگرانی میں خدام الاحمدیہ یادگیر نے جلسہ گاہ خوب آراستہ کیا تھا۔ لاؤڈ سپیکر کا بھی انتظام تھا۔

ٹھیک رات کے ساڑھے ۸ بجے مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی کی زیر صدارت جلسہ کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن و نظم کے بعد مکرم مولوی محمد اسماعیل صاحب نے مختصر طور پر اس وفد کے آنے اور جلسہ کی اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ اسوقت تک جلسہ گاہ حاضرین سے بھر چکی تھی۔ بہت سے لوگ جلسہ گاہ سے باہر کھڑے ہو کر تقریریں سن رہے تھے۔ حاضرین میں ہر طبقہ اور ملت کے لوگ تھے۔

مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل کی تعارفی تقریر کے بعد خاکسار نے تقریر کی۔ میری تقریر کا عنوان تھا "عصر حاضر اور صداقت اسلام"۔ میں نے اس عنوان پر سوا گھنٹہ تک اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ میں نے اس تقریر میں موجودہ دور کے اہم واقعات مثلاً دریافت امریکہ۔ نہر سویز۔ اور راکٹ کی ایجاد سے صداقت اسلام پر استشہاد کیا۔ تقریر میں سورۃ رحمٰن کے پہلے رکوع اور حدیث نواس بن سمعان جو مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن فی مابین یدی الساعۃ میں درج ہے اس کی تشریح کی۔ تقریر اقتضاء زمانہ کے مطابق تھی۔ جو دلچسپی سے سُنی گئی۔ اور عموماً یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ اب جماعت احمدیہ نے "صداقت اسلام" ظاہر کرنے کے لئے بہترین ذریعہ اختیار کیا ہے۔

میرے بعد مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی قائد وفد نے تقریر کی۔ آپ کی تقریر بھی سوا گھنٹہ تک جاری رہی۔ آپ کی تقریر کا بھی یہی عنوان تھا "عصر حاضر اور صداقت اسلام"۔ آپ نے صداقت اسلام پر یو۔ این۔ او کا وہ منشور جو انسانوں کے بنیادی حقوق کے متعلق شائع ہوا ہے۔ اور جس میں نظریہ مساوات کی تشریح کی گئی ہے۔ پیش کی۔ اسی طرح بھارت کے موجودہ قانون میں انسان کے بنیادی حقوق تسلیم کئے گئے ہیں۔ وہ بیان کئے اور ثابت کیا کہ یہ تمام باتیں آج انسانی معاشرے کی اس طرف رہنمائی کر رہی ہیں۔ جس طرف آج سے ۱۴ سو سال پہلے احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی فرمائی۔ آپ نے ہندو کوڈ بل سے بھی بعض مثالیں دیں جو طلاق خلع اور وراثت وغیرہ سے متعلق تھیں تقریر بہت جامع تھی اور پسند کی گئی۔

۲۵ر جنوری کو جلسہ گاہ میں ہی کانگریس کمیٹی یادگیر کی طرف سے ہم دونوں کو ایک دعوت نامہ ملا۔ جس میں یہ خواہش ظاہر کی گئی کہ ۲۶ر جنوری کو "یوم جمہوریت" کے موقعہ پر ہم دونوں اپنے اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ یہ دعوت نامہ قبول کر لیا گیا۔

اس دعوت نامے کے علاوہ "رسم پرچم کشائی" میں شرکت کے لئے دعوت نامے ملے تھے۔ چنانچہ ۲۶ر جنوری کو ہم دونوں اور مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل عدالت کے میدان اور بازار میں جو پرچم کشائی ہوئی اس میں شریک ہوئے۔ وہاں حکومت کے افسروں اور معزز قومی کارکنوں سے ملاقات ہوئی۔

یوم جمہوریت ۲۶ر جنوری کی شام کو ۶ بجے جماعت احمدیہ یادگیر کے اسی جلسہ گاہ میں کانگریس کمیٹی نے یوم جمہوریت کے سلسلہ میں اپنا جلسہ منعقد کیا۔ اس کی صدارت یادگیر کانگرس کمیٹی کے معزز رکن مسٹر پوکھراج نے کی۔ پہلی تقریر محترم وید پاکشابا صاحب سابق ڈپٹی منسٹر نے کی۔ اس کے بعد محترم صدر صاحب نے مجھے تقریر کے لئے بلایا۔

میں نے "خود جیو اور دوسروں کو بھی جینے دو" کے عنوان پر ٹھیک ایک گھنٹہ تک تقریر کی۔ اس تقریر میں کانگریس کے پس منظر پر وضاحت سے روشنی ڈالی۔ ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ۔ سرسید کی کتاب "اسباب بغاوت ہند"۔ مسٹر ہیوم پدر کانگریس پھر کانگریس کے پہلے۔ دوسرے۔ تیسرے اور چوتھے اجلاس کے ریزولیشن کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۲ء کی "ترک ہند" والی تجویز اور اس کے پس منظر پر روشنی ڈالی۔ اور آخر میں یہ کہہ کر اپنی تقریر ختم کی کہ ۱۸۸۵ء میں کانگریس پنچ شیلا کا جو مقصد "خود جیو اور دوسروں کو بھی جینے دو" لے کر اٹھی تھی۔ ۲۶ر جنوری ۱۹۵۰ء کو اس نے یہ مقصد پا لیا اور اسکی یاد میں ہم ہر سال جشن جمہوریت مناتے ہیں۔

میرے بعد مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی نے تقریر کی۔ آپ کی تقریر آدھ گھنٹہ تک جاری رہی۔ آپ نے اپنی تقریر میں جمہوریت کی تعریف کی۔ اور بھارت کے کانسٹی ٹیوشن میں جمہوریت کی جو تعریف کی گئی ہے۔ وہ پڑھ کر سنائی۔ یہ تقریر بھی بہت پسند کی گئی۔

ان دونوں تقریروں کے متعلق صدر جلسہ مسٹر پوکھراج ڈپٹی منسٹر اور دوسرے معزز کانگرسی و غیر کانگرسی اشخاص نے اپنے اس تاثر کا اظہار کیا کہ تقسیم ہند کے بعد آج تک ایسی تقریریں سُننے میں نہیں آئیں اور مجھے تو مسٹر پوکھراج نے سیٹھ عبد الحی صاحب کی معرفت کانگریس کا ایکٹو ممبر بننے کی پیشکش کی۔

رات کے ساڑھے ۸ بجے کانگریس کا جلسہ ختم ہوا۔ اس کے بعد جماعت احمدیہ یادگیر نے اپنا جلسہ شروع کیا۔ مکرم مولوی امینی صاحب نے صدارت فرمائی۔ تلاوت قرآن و نظم کے بعد پہلے سیٹھ عبد الحی صاحب کی ایک چھوٹی بچی نے چند احادیث پڑھ کر سنائیں۔ اس کے بعد میں نے پون گھنٹہ اور مکرم مولوی امینی صاحب نے آدھ گھنٹہ تک "ہندو مسلم اتحاد" پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد جماعت احمدیہ کا دوسرا سالانہ جلسہ خیر و خوبی سے ختم ہو گیا۔ تمام احباب جماعت اس جلسہ کی کامیابی پر بہت مسرور تھے۔

تیماپور ۲۷ر جنوری کو تیماپور کا پروگرام تھا یہ وہی تیماپور ہے۔ جہاں ایک شخص عبد اللہ نامی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ پر مہدویت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور جس کی تباہی و نامرادی پر آج تیماپور کی ہر اینٹ شہادت دے رہی ہے۔

۲۷ر فروری کو ہم لوگ مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل کے ہمراہ مکرم سیٹھ محمد عبد الحی صاحب کی کار میں تیماپور کے لئے روانہ ہو گئے۔ احباب تیماپور نے پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور پھولوں کے ہار ڈالے اور اپنی محبت کے جلوس میں سڑک سے قیام گاہ کو لے گئے۔

رات کو زیر صدارت مکرم مولوی محمد اسماعیل صاحب وکیل یادگیر جلسہ منعقد ہوا۔ لاؤڈ سپیکر کا انتظام تھا۔ اس جلسہ کی شرکت کے لئے شورا پور سے بھی کچھ معزز لوگ آئے تھے ان میں سے کچھ جماعت اسلامی سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ اس جلسہ میں پہلی تقریر مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی کی ہوئی آپ نے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایک گھنٹہ تک اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ اس کلمہ پاک کی علمی و روحانی تفسیر کرنے کے ساتھ آپ نے یہ امر بھی واضح طور پر بیان کیا کہ جماعت احمدیہ کا اس کلمہ پر ایمان ہے۔ اور جماعت احمدیہ اس کے علاوہ اور کوئی کلمہ نہیں پڑھتی بسا تھ ہی آپ نے اس امر پر بھی روشنی ڈالی کہ کلمہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور پیغمبر کا نہیں تھا۔ اور وہ آج مسلمان جو بہت سے نبیوں کی طرف مختلف کلمات منسوب کرتے ہیں۔ وہ غلط ہے۔ اس تقریر کے ذریعہ غیر احمدیوں کے اس شبہ کا ازالہ فرمایا کہ جماعت احمدیہ کا کلمہ کوئی اور ہے۔

مولوی صاحب موصوف کی تقریر کے بعد خاکسار کی تقریر تھی۔ میں نے بھی ایک گھنٹہ تک تقریر کی۔ یہ تقریر فلسفہ الوہیت۔ فلسفہ نبوت اور صداقت احمدیت پر مشتمل تھی۔ جا بجا جماعت اسلامی کے موقف کا بھی ذکر آتا تھا۔ میں نے اس تقریر میں یہ پیش کیا کہ آج جماعت احمدیہ کے سوا کوئی قوم خدا کو زندہ وجود اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فیض رساں نبی کی طرح پیش نہیں کرتی۔

دونوں تقریریں مفید اور معلوماتی تھیں۔ اور ہر شخص نے ان سے اپنے اپنے ظرف کے مطابق فائدہ اٹھایا۔

اوڈکور ۲۸ر کو اوڈکور کا پروگرام تھا ہم لوگ اسی کار میں تیماپور سے اوڈکور کے لئے روانہ ہوئے۔ دوپہر کو یادگیر میں کچھ دیر کے لئے آرام کیا۔ پھر سیٹھ عبد الحی صاحب کی اسی کار میں یادگیر سے اوڈکور کے لئے روانہ ہوئے۔ غروب آفتاب کے بعد وہاں پہنچے۔ ہمارے ساتھ ہی لاؤڈ سپیکر اور جنریٹر بھی تھا۔ جو یادگیر کے بعض خدام نے نہایت چابکدستی سے فٹ کر دیئے۔ اور رات کے ۹ بجے زیر صدارت مکرمی مولوی شریف احمد صاحب امینی جلسہ کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن پاک و نظم کے بعد عبد الرزاق صاحب کوری کی تقریر تیلگی میں ہوئی۔ اس کے بعد میری تقریر ہوئی۔ میں نے اپنی تقریر میں شری کرشن چندر جی کی زندگی کے حالات بیان کئے۔ سلسلہ نبوت اور ان کے دوبارہ آمد ثانی کا ذکر کیا۔ حسب موقعہ گیتا کے شلوک بھی پڑھتا گیا۔ سامعین میں اکثر یت ہندوؤں کی تھی۔ میں نے موقعہ کے مطابق تقریر بھی ہندی بھاشا میں کی۔ جو بفضلہ تعالیٰ بہت مقبول ہوئی۔ اس کے بعد مکرم مولوی شعیب احمد صاحب مبلغ یادگیر نے "صداقت

مسیح موعودؑ کے عنوان پر ہیش منٹ تقریر کی۔

آخر میں صدر جلسہ مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی نے تقریر کی۔ آپ نے بعثت انبیاء کے عموم" پر تقریر کی جس موقعہ قرآنی آیات کی تلاوت کی۔ کرشن جی اور گوتم بدھ کا فلسفہ بیان کیا۔ آپ کی تقریر بھی بہت پسند کی گئی۔

رائچور میں ادگیر کے بعد ہمارا پروگرام رائچور کا تھا۔ یہاں چندماہ پیشتر ایک معزز شخص مولوی عبدالکریم صاحب نے احمدیت قبول کی ہے۔ ان کا اپنا پریس بھی ہے۔ ان کی خواہش تھی کہ رائچور میں بھی جلسہ ہو۔ یہ یادگیر کے جلسہ میں بھی شریک ہوئے تھے۔ اور وہاں کامیابی دیکھنے کے بعد تو اور بھی بے تاب سے ہو گئے تھے۔ چنانچہ ہم لوگ اسی کار میں دیودرگ سے رائچور کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمارے ساتھ یادگیر کے خدام اپنے ہتھیار یعنی لاؤڈ سپیکر اور جنریٹر کے ساتھ مسلح تھے۔

رائچور میں مکرم عبدالکریم صاحب نے ہم لوگوں کا استقبال کیا اور ہمارے آرام و راحت کا بہت خیال رکھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے الفضل مورخہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۵۸ء کا ایک مضمون بھی دو ورقہ کی صورت میں چھاپ کے رکھا تھا۔ جس کا عنوان ہے "احمدیت ہی دنیا کو تباہی سے بچا سکتی ہے۔"

مکرم عبدالکریم صاحب نے ملیگاہ کے لئے ایک معزز غیر احمدی کا کمپاؤنڈ حاصل کر لیا تھا۔ جو بازار میں ایک مسجد سے ملحق ہے۔ جلسہ کے لئے اس جگہ کا انتخاب بہت موزوں و مناسب تھا۔ صدارت کے لئے رائچور کے ایک ہر دلعزیز و سرگرم کارکن شری سوامی شیو مورتی کو منتخب کیا گیا۔ انہوں نے خوشی سے یہ ذمہ داری قبول فرمائی۔ رائچور اس علاقہ کا صدر مقام ہے۔ اور وہاں جماعت احمدیہ کا یہ پہلا جلسہ منعقد ہو رہا تھا۔ اس لئے ہم لوگوں کی زبردست خواہش تھی کہ یہ جلسہ کامیاب ہو۔

رات کے ۹ بجے جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ شری سوامی شیو مورتی صاحب نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ جلسہ میں نہایت معزز ہندو مرد اور عورتیں بھی شریک ہوئیں۔

تلاوت قرآن کریم و نظم کے بعد پہلی تقریر مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی کی ہوئی۔ آپ نے اپنی تقریر میں اسلامی تعلیم... اسلام میں اقوام عالم کے جذبات کا احترام۔ اسلام کی امن دوستی وغیرہ پر دلائل اور واقعات سے روشنی ڈالی۔ سامعین اس تقریر سے کافی متاثر ہوئے۔ یہ تقریر ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔

اس کے بعد صدر محترم نے مجھے تقریر کے لئے بلایا۔ میں نے سوا گھنٹہ تک تقریر کی۔ میری تقریر کا عنوان تھا "جماعت احمدیہ کے قیام کا مقصد" اعلام وغیرہ کے اعتراض و مقاصد میں نے اس ضمن میں دو اعتراض کا ذکر کیا۔ صداقت اسلام کا اعلان اور اقوام عالم کے درمیان دوستی و محبت کا پیغام۔ صداقت اسلام کے ضمن میں میں نے موجودہ ایجادات اور قرآنی پیشگوئیوں کا ذکر کیا۔ اور اقوام عالم کے درمیان اتحاد و محبت کے سلسلہ میں قرآن پاک کی وہ آیات تلاوت کیں جن کا تعلق بعثت انبیاء کے عموم سے تعلق ہے مختلف مذاہب کے ماتحت یہ تقریر پرجوش اور دلنشین انداز میں ہوئی۔ سارے حاضرین بہت اچھا اثر لے کر گئے۔ حضور شری سوامی جی اور دوسرے معزز حضرات تو بہت ہی متاثر ہوئے۔

اس جلسہ کے آغاز سے پہلے ارکان وفد اور احباب رائچور نے خدا سے جو دعا کی تھی وہ دعا قبول ہو چکی تھی۔ اور جلسہ حیرت انگیز کامیابی اور محبت آمیز تاثرات پیدا کر کے ختم ہو چکا تھا۔ فالحمد للہ۔ یہ جلسہ سننے کے بعد مکرم مولوی عبدالکریم صاحب کے لڑکے نے بھی صداقت احمدیت کا اعتراف کیا۔ احباب دعا فرمائیں کہ مولوی صاحب موصوف کے تمام خاندان کو قبول احمدیت کی توفیق اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔

اس کے بعد دیودرگ کا پروگرام تھا۔ مکرم سیٹھ عبدالحی صاحب کی اپنی کار اور یادگیر کے انہیں زندہ دل۔ خوش مزاج اور پرجوش خدام کے ساتھ دیودرگ کے لئے روانہ ہوئے۔ احباب دیودرگ نے نہایت اخلاص و محبت سے استقبال کیا اور اس وفد کا اھلاً و سہلاً و مرحبا کہہ کر خیر مقدم کیا۔

۲۷ کی شب کو زیر صدارت مکرم مولوی امینی صاحب جلسہ منعقد ہوا۔ خدام یادگیر نے یہاں بھی لاؤڈ سپیکر کے فٹ کرنے میں اپنی چستی و دانائی کا ثبوت دیا۔ تلاوت قرآن پاک و نظم کے بعد پہلی تقریر خاکسار کی ہوئی۔ میری اس تقریر کا عنوان "موجودہ زمانہ اور اسلام" تھا۔ میں نے اس تقریر میں قرآن پاک اور محمد رسول اللہ صلعم کی پیشگوئیوں سے صداقت اسلام پر روشنی ڈالی۔ اسی ضمن میں بہت سی ایجادات اور بہت سے سائنسدانوں کا ذکر آیا۔ میرے بعد مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی نے تقریر فرمائی۔ آپ نے عصر حاضر کی سوسائٹی کا اسلامی سوسائٹی سے مقابلہ کیا۔ اور یہ ثابت کیا کہ اس وقت دور حاضر غیر محسوس طور پر اپنی سوسائٹی کی تعمیر اسلامی تعلیمات پر کر رہی ہے۔

یہ دونوں تقریریں ضرورت زمانہ کے مطابق تھیں۔ نہایت توجہ سے سنی گئیں اور مقبول ہوئیں۔ جلسہ دیودرگ میں مکرم مولوی نیفق احمد صاحب نے سیرت النبی صلعم کے موضوع پر تقریر کی۔

شکریہ احباب دیودرگ تک کی جماعتیں حلقہ یادگیر کی جماعتیں کہلاتی ہیں یعنی یادگیر ان جماعتوں کا صدر مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یادگیر کو حضرت سیٹھ حسن رضی اللہ عنہ مدفون جنت البقیع مدینہ منورہ اور ان کے دو فرزندان ارجمند سیٹھ محمد عبدالحی اور سیٹھ محمد الیاس صاحب کے وجود سے جس طرح نوازا ہے۔ وہ قابل صد شکر ہے میں اس جگہ قدر شناسی اور تحدیث نعمت کے طور پر یہ کہہ دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ سلسلہ کے ان دونوں بزرگوں اور ساتھ ہی مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل نے جماعت کو جس اچھے نہج پر تربیت کی ہے وہ بہت سی دوسری جماعتوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ دیودرگ تک مکرم سیٹھ عبدالحی صاحب کی کار۔ لاؤڈ سپیکر۔ جنریٹر اور مجلس خدام الاحمدیہ یادگیر کے مستعد ممبر نوجوان اس وفد کے ساتھ رہے۔ خدام یادگیر کے ان نوجوانوں نے جیسی فرض شناسی اور ہنرمندی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ بھی مستحق تعریف ہے۔ اور ہم لوگ انہیں اس توفیق خیر پر مبارکباد دیتے ہیں۔

دیودرگ کے بعد ہمارا وفد حیدرآباد دکن کے لئے روانہ ہوا۔ یہاں کا پروگرام ختم ہو چکا ہے اور آج ہم لوگ حیدرآباد سے محبوب نگر اور چنتہ کنٹہ کی طرف جا رہے ہیں۔ انشاء اللہ اس علاقہ کی رپورٹ دوسری قسط میں پیش کی جائیگی۔

کالجوں کے طلباء سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا خطاب

(بقیہ صفحہ ۴)

کی بنیاد اینٹ پتھر اور چونے کی بنیاد سے بہت زیادہ عزت و اکرام کی مستحق ہے اور اس کے لئے خاص اہتمام اور فکر ضروری ہے۔ پس آپ اپنے کو حقیر نہ سمجھیں بلکہ اپنی اور اس وقت کی قدر کو پہچانیں۔ اگر آپ آئندہ زندگی کی بنیاد کو صحیح لائنوں پر استوار کریں گے اور پھر اسے مضبوطی سے تعمیر کرتے چلے جائیں گے تو پھر یاد رکھیں یہ بنیاد ایک طرف زمین کے پاتال تک اور دوسری طرف آسمان کی غیر محدود بلندیوں تک جا سکتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ضرب اللہ مثلاً کلمۃً
طیبۃً کشجرۃٍ طیبۃٍ
اصلھا ثابتٌ وفرعھا
فی السماء تؤتی اُکلھا
کل حینٍ باذن ربھا۔

یعنی نیک بات کی مثال اچھے درخت کی مانند ہے جس کی جڑیں تو زمین میں گڑی ہوئی ہیں لیکن اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ اور وہ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے تازہ بتازہ پھل دیتا رہتا ہے۔ پس اگر آپ چاہیں تو آپ کی شاخیں آسمان میں جا کر فرشتوں سے باتیں کر سکتی ہیں اور اسی طرح آپ دنیا میں اپنے کارناموں سے تاریخ کا رخ موڑ سکتے ہیں۔

حقیقی علم کا سرچشمہ

اسی ضمن میں حضور نے طلباء کو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے کارناموں کو پڑھنے اور ان کی قائم کردہ روایات کو آگے بڑھانے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ تاج محل تو ایک عمارت ہے، دنیا کے کونے کونے سے لوگ اسے دیکھنے آتے ہیں۔ اگر آپ ان لائنوں پر کام کریں کہ آئندہ زندگی کی بنیاد ٹھوس ہو تو آپ کے ذریعہ عقل و شعور اور عمل و کردار کی جو عمارت تعمیر ہوگی۔ وہ تاج محل سے بہت زیادہ بلند و بالا اور عظیم نشان ہوگی جس اشتیاق سے لوگ تاج محل کو دیکھنے جاتے ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ جوش اور اخلاص کے ساتھ وہ آپ کے پاس آئیں گے اور بہت زیادہ تعداد میں آئیں گے۔ اصل چیز یہ ہے کہ آپ لوگ اسلام کے بتائے ہوئے طریق پر عمل کریں۔ آپ اسلام سیکھیں۔ خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کریں۔ اور پھر اس کے عطا کردہ علم کی مدد سے دنیا کے استاد بنیں۔ اگر اللہ تعالیٰ سے انسان کا تعلق پختہ ہو جائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ انسان کو وہ علم عطا کرتا ہے کہ جس کے آگے دنیوی ذرائع سے حاصل ہونے والا علم کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ جس کو خدا تعالیٰ علم کی دولت سے مالا مال کر دے۔ وہ مرجع خلائق بن جاتا ہے۔ اور دنیا اس کی طرف کھنچی چلی آتی ہے۔

اسی ضمن میں حضور نے حدیث بالغیب کے طور پر اپنے بعض واقعات بیان کئے۔ اور بتایا کہ علم کا حقیقی سرچشمہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ حضور نے فرمایا۔ پس میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اسلام سیکھیں۔ خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کریں اور دنیا کے استاد بنیں۔

بعد ازاں حضور نے تمام طلبہ کو شرف مصافحہ بخشا۔

(الفضل مورخہ ۱۱ر فروری ۱۹۵۹ء)

پسر موعود — "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا"

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا قبول احمدیت

(از جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے قادیان)

قارئین کرام یہ جانتے ہیں کہ پسر موعود کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" یہ نشانی متعدد معانی پر مشتمل ہے۔ اس کے ایک معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ کی بیعت سے گویا حضرت اقدس علیہ السلام کے صُلبی زندہ بیٹے جو روحانی فرزند بھی ہوں تین سے چار ہو گئے اور یہ تاویل بھی بہت ہی مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس نشانی کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اور خاکسار کے نزدیک اس کی صحت پر بعض اندرونی شہادت بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ پسر موعود کی پیشگوئی میں مخالفین اور اتباع دونوں کے ذکر کے علاوہ حضرت کے بعض صُلبی رشتوں (گویا بھائیوں) اور ان کی اولاد کا الگ بھی ذکر ہے جو اس وقت تک مخالف معاند تھے۔ ان اقارب کے متعلق اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی ہے کہ اگر مخالفت پر قائم رہے تو تباہ ہوں گے اور اگر رجوع کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی رجوع کرے گا۔ حضرت کی بیویوں اور ان کی اولاد کے الگ ذکر کا باعث یقیناً یہ امر ہوگا کہ لوگوں میں ان کا معاملہ خاص اہمیت کا حامل تھا حضورؑ کے معاملہ میں یہ اقارب اشد اندازہ ہوتے تھے۔ اس لئے قدرتاً ان اقارب کے مستقبل کا علم حاصل کرنے کے لئے طبائع بے چین ہوتا تھا۔ وحی الٰہی نے بتایا کہ یہ اقارب اس وقت شدید مخالف ہیں۔ لیکن تمام کے قلوب پر مُہر نہیں لگی۔ اور بعض کے لئے راہِ ہدایت کھلی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔

اس پیشگوئی میں اقارب کی اتنی اہمیت پڑھ کر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت اقدسؑ کی زوجہ اول کے بطن سے دو بیٹے موجود ہیں۔ یہ حضرتؑ کے بھائیوں اور ان کی اولاد میں شامل نہیں۔ اور حضورؑ کی صُلبی اولاد ہونے کی وجہ سے ان کی اہمیت دیگر جدّی اقارب سے بہرحال زیادہ ہے۔ ان کا انجام کیا ہوگا۔ ساری پیشگوئی پڑھ لیجئے اس میں اس سوال کا جو بہت دقیق ہے کسی جگہ جواب نہیں البتہ صرف یہ حصہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" اس خلش کا شافی جواب ہے اسی میں جہاں یہ بتا دیا گیا ہے کہ دونوں پہلے بیٹوں میں سے ایک روحانی فرزندی میں آئے گا وہاں ان کی اولاد کا گویا ضمناً اشارہ نکلتا ہے۔ یوں کہا گیا ہے کہ ضمن معاملہ ایک فرزند کا ہے۔ اور اس کے متعلق تقدیر یہ جاری ہو چکی ہے کہ حضرت اقدس کی روحانی فرزندی میں آ جائیں گے اور یہ فیصلہ اس فرزند کے متعلق ہے جو کہ اصل ہے۔ وہی گویا ان کی ذریت کے متعلق ہے۔ اور دوسرا فرزند گویا روحانی فرزندی سے باہر رہے گا۔

یہاں اس شبہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے کہ الفاظ تین اور چار کے معدود کا ذکر پیشگوئی میں کیوں نہیں کیا گیا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ مختلف مفہوموں کے لحاظ سے مختلف معدود ہو سکتے تھے اسلئے موسعت پیدا کرنے کے لئے معدود کا ذکر ترک کر دیا گیا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ یہ کیونکر سمجھا جائے کہ بیٹے بھی ان کا معدود ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی پیشگوئی میں لڑکا۔ غلام۔ ذریت۔ نسل کے الفاظ قریباً نصف درجن بار استعمال ہوئے ہیں بلکہ اطراد کلام میں یہاں بھی انسب معدود معلوم ہوتا ہے۔ عبارت یہ ہے۔

"وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند"۔

گو بیٹا اپنے وجود سے تین بیٹوں کو چار بنا دے گا۔ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر سیاق کلام میں یہ مفہوم نکل سکتا تو حضرت اقدسؑ یوں کیوں لکھتے (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیاق کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پسر موعود تین بیٹوں کو چار کر دے گا۔ لیکن تین بیٹوں سے چار ہو جانا محض مادی رنگ میں کوئی خصوصیت نہیں رکھتا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر ایک بیٹا ہو کر تعداد تین سے چار ہو جائے تو اس سے کسی ایک بیٹے میں کوئی خصوصیت پیدا نہیں ہو جاتی۔ اس سلئے صرف تعداد کے بڑھ جانے سے خصوصیت کا پیدا ہونا کس رنگ میں ظاہر ہونا تھا۔ یہ گو حضورؑ پر یہ بات منکشف نہیں ہوئی۔ اس... لیے حضورؑ کا ایسا لکھنا بجا تھا۔ سو خاکسار کی بیان کردہ تشریح سے حضورؑ کے الہامی الفاظ متضاد نہیں ہیں۔ بلکہ عددی زیادتی کے خاص رنگ میں ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں تین اور چار کے الفاظ بیٹوں ہی کے لئے حضرت اقدسؑ کی تحریرات میں بار بار مذکور ہونے والے ہیں۔ اور القرآن یفسّر بعضہ بعضاً کے اصول کے مطابق خود ہی ان کے معدود ذہن میں مستحضر ہو جاتے تھے۔ مثلاً پسر موعود والی پیشگوئی کے سال جون ۱۸۸۶ء میں حضرت اقدسؑ نے حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کو تحریر کیا کہ مجھے کشف میں چار پھل دکھائے گئے ہیں جس سے مراد اولاد ہے (تذکرہ ص ۱۴۷) حضرت ام المومنینؓ کی روایت ہے کہ ۱۸۸۵ء میں حضورؑ نے مجھے دہلی سے لکھا کہ میں نے تمہارے تین بیٹے جوان دیکھے ہیں (سیرۃ المہدی) ۱۸۹۹ء میں تریاق القلوب میں حضورؑ نے تین اور چار بیٹوں کا ذکر فرمایا ہے (ص ۴۳) وغیرہ سو دیگر مقامات پر کشف وغیرہ میں تین اور چار جس معدود کے لئے ذکر ہے وہ بیٹے ہیں۔ لازماً یہی معدود پسر موعود والی پیشگوئی میں ہوگا یہ تو پیشگوئی ہی ایک حد تک اولاد کے بارہ میں ہے۔ اور قلوب کی توجہ از خود اس معدود کی طرف منعطف ہو جاتی تھی۔

یہ پیشگوئی نہایت مخالف حالات میں پوری ہوئی۔ چنانچہ مرزا امام الدین و مرزا کمال الدین وا قارب حضرت اقدسؑ کے شدید معاند تھے۔ ان کی بہن نے (جو حضرت اقدسؑ کی بھاوج تھیں۔ اور مرزا سلطان احمد صاحب کی تائی ہونے کے باعث تائی صاحبہ کے نام سے ہی مشہور تھیں) حضرت اقدسؑ کی زوجہ اول کو حضورؑ سے الگ تھلگ کر لیا تھا۔ چنانچہ حضورؑ کو نومبر ۱۸۸۴ء میں نکاح ثانی کرنا پڑا۔ یہ تمام اقارب حضورؑ کی شادی سے الگ رہے اور کسی نے شرکت نہ کی۔

مرزا امام الدین (جو بعد میں مرزا سلطان احمد صاحب کا خسر بنا) دہریہ مزاج تھا۔ اس کی مجلس میں بھنگی چرسی جمع ہوتے تھے۔ تمسخر۔ استہزاء طبیعت پر غالب تھا۔ نومبر ۱۸۸۵ء میں لیکھرام کو وہ خود بلا کر قادیان لایا تاکہ وہ حضرت اقدسؑ کے خلاف مخالفانہ محاذ قائم کر سکیں چنانچہ اس نے قادیان کی آریہ سماج کی تجدید کی جس کے ممبر خود مرزا موصوف وغیرہ نام نہاد مسلمان بھی بنے اور اس سماج کا مقصد اول حضرت اقدسؑ کی مخالفت قرار پایا۔

مرزا امام الدین وغیرہ کے متعلق حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص روتا ہوا میرے پاس آیا اور اس نے کہا ان اقارب میں سے ایک نے آنحضرت صلعم کو نہایت سخت غلیظ گالی دی جو میں نے کبھی کسی کافر سے بھی نہیں سُنی تھی اور میں نے دیکھا کہ انہوں نے قرآن کو اپنے پاؤں تلے روندا۔ اور ایسے کلمات کہے جو نا قابل بیان ہیں۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں پھر ان اقارب نے ایک اشتہار میں آنحضرت صلعم اور کلام اللہ کو گالیاں دیں اور اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کیا۔ اس اشتہار سے مخالفین کو مدد پہنچائی اور ایسی سرکشی دکھائی جو فرعون کے زمانہ میں بھی نہیں سُنی گئی۔ حضور صلعم کو ایسی گالیاں دی ہوئی تھیں کہ جن سے دل پھٹتے اور کلیجے چیرے جاتے تھے۔ اس پر میں نے نہایت تضرع سے نصرت الٰہی کے لئے آہ و زاری کی۔ حضورؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"میں نے ان کی عصیان اور سرکشی دیکھی ہے۔ جلدی تجھ میں ایسی آفات کا عذاب اُن پر وارد کروں گا جو آسمان کے نیچے سے انہیں پہنچے گا اور تو دیکھے گا کہ میں ان کے ساتھ کیا کرتا ہوں اور ہم ہر چیز پر قادر ہیں میں ان کی عورتوں کو رانڈ اور ان کے بیٹوں کو یتیم بنا دوں گا اور ان کے گھروں کو ویران کر دوں گا تاکہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اور جو کچھ کمایا ہے اس کا مزہ چکھیں لیکن میں انہیں یکد فعہ ہلاک نہیں کروں گا بلکہ تھوڑے تھوڑے کر کے ہلاک کروں گا تاکہ وہ رجوع کریں اور توبہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ بے شک میری لعنت نازل ہونے والی ہے اُن پر اُن کے گھروں کی دیواروں پر اور اُن کے چھوٹوں پر اور اُن کے بڑوں پر اور اُن کی عورتوں پر اور اُن کے مردوں پر اور اُن کے مہمانوں پر جو اُن کے گھروں میں داخل ہوں اور وہ سب کے سب ملعون ہیں سوائے اُن کے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اور اُن سے تعلقات منقطع کریں اور اُن کی مجالس سے دور ہو جائیں"۔

(خلاصہ آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۸-۵۶۹)

اسی طرح حضورؑ تحریر فرماتے ہیں۔ اور یہ ۱۸۸۶ء سے متعلق ہے کہ:۔

(ترجمہ) "احمد بیگ کی بیوی اور اس کے دیگر اقارب ...... دینی امور کی راہوں میں ہمیشہ میری مخالفت کرتے تھے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ ہر قسم کی بدکرداریوں اور گوناگوں بدعتوں کا بے محابا دلیری سے ارتکاب کرتے تھے اور اس حالت میں حد سے بڑھے ہوئے تھے پس مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہاماً بتایا گیا کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو اللہ ان پر عذاب نازل کرے گا اور مجھے میرے پروردگار نے کہا کہ اگر ان لوگوں نے توبہ نہ کی اور اپنی بے راہیوں سے باز نہ آئے تو ہم ان پر آسمان سے عذاب نازل کریں گے اور ان کے گھروں کو بیواؤں سے بھر دیں گے۔ اور اگر انہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی تو ہم رحمت کے ساتھ ان کی طرف رجوع کریں گے اور سزا کے ارادہ کو تبدیل کر دیں گے"۔ (تذکرہ طبع ثانی حاشیہ ص ۱۳۸-۱۳۹)

احمد بیگ والے معاملہ میں دیگر اقارب کے علاوہ مرزا سلطان احمد صاحب۔ ان کی والدہ تائی صاحبہ۔ اور اہلیہ مرزا فضل احمد صاحب نے شدید مخالفت کی تھی۔ ۲ مئی ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں حضورؑ نے اعلان کیا کہ اگر مرزا سلطان احمد صاحب نے یہ رویہ ترک نہ کیا تو اُن سے قطع تعلق کر دوں گا کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلعم کے دین کی مخالفت کرنا چاہی اور چاہا کہ دینِ اسلام پر تمام مخالفوں کا حملہ ہو اور ان کو گویا میری مخالفت میں مدد دی۔ اس طرح اپنے خدا کا تعلق توڑ دیا اور میرا بھی۔ اسلئے اب ان سے تعلق رکھنا ایمانی غیوری کے خلاف ہے (تبلیغ رسالت جلد ۲ ص ۹ تا ۱۱) مرزا سلطان احمد صاحب اپنے رویہ پر قائم رہے۔ محمدی بیگم تائی صاحبہ کی بھانجی تھیں۔ تائی صاحبہ کی قلبی کیفیت ۲۲؍نومبر ۱۹۰۳ء کو حضرت اقدسؑ پر اللہ تعالیٰ نے کھول دی تھی۔ حضورؑ نے فرمایا:-

"۲ رمضان میں میں نے دیکھا کہ سلطان احمد کی تائی مسماۃ حرمت بی بی ایک مکان سے جو سکھوں کے دھرمسالہ سے مشابہ ہے میرے پاس آئی اور لڑائی کا ارادہ رکھتی ہے اور کھڑی ہو کر میری طرف ایک سوٹا چلایا جو سیاہ رنگ کا تھا۔ میں نے اپنی سفید سوٹی سے اس کو روک دیا۔ بعد اس کے میں نے اس کو کہا کہ اگر میں نفسانی آدمی ہوں تو تم مجھے فنا کر سکتی ہو لیکن اگر میں نفسانی آدمی نہیں ہوں تو تم مجھے فنا نہیں کر سکتی"

(تذکرہ طبع ثانی ص ۴۸۲)

ایسا شدید مخالفانہ رنگ مرزا سلطان احمد صاحب کے اقارب اور آپ کا تھا۔ بظاہر آپ کے بھائی آپ کے بھائی مرزا فضل احمد صاحب کا رویہ بہتر تھا۔ چنانچہ جب ۱۹۰۳ء میں ان کی وفات واقع ہوئی تو حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کا بیان ہے کہ ان کی وفات کی خبر سن کر حضورؑ کے چہرہ پر اداسی اور غم کے آثار نمایاں ہو گئے اور آواز میں رقت پیدا ہو گئی۔ اور حضورؑ نے فرمایا کہ

فضل احمد ہمیشہ ہمارا فرمانبردار رہا ہے اس نے کبھی ہماری نافرمانی نہیں کی حتیٰ کہ ایک مرتبہ ہمارے اشارہ پر وہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس کی علیحدگی پر تیار ہو گیا تھا اور طلاق نامہ لکھ کر ہمیں بھیج دیا تھا" (الفضل ۲۴ ۔ ۳)

اگر کوئی افترا کرنے والا ہوتا تو بظاہر یہ قیاس کرتا کہ مرزا فضل احمد صاحب بیعت کر لیں گے اور مرزا سلطان احمد صاحب ہمیشہ مخالف رہیں گے۔ بہرحال یہ تقدیر تھی کہ مرزا فضل احمد صاحب اپنی فرمانبرداری کے باوجود حضرت اقدسؑ کی روحانی فرزندی سے محروم رہے۔

اللہ تعالیٰ نے فروری ۱۹۰۶ء میں آپ کے بڑے فرزند مرزا عزیز احمد صاحب (حال ناظر اعلیٰ ربوہ) کو قبولِ احمدیت کی توفیق عطا کی۔ ۶ سال قبل اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو اس کی خبر دے دی تھی۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"۲۰؍اکتوبر ۱۸۹۹ء کو خواب میں مجھے دکھایا گیا کہ ایک لڑکا ہے جس کا نام عزیز ہے اور اس کے باپ کے نام کے سر پر سلطان کا لفظ ہے وہ لڑکا پکڑ کر میرے پاس لایا گیا اور میرے سامنے بٹھایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک پتلا سا لڑکا گورے رنگ کا ہے"۔

(تذکرہ طبع ثانی ص ۳۴۸ ۔ ۳۴۹)

اس سے قبل تائی صاحبہ کے بھانجے مرزا محمد احسن بیگ صاحب بھی احمدیت قبول کر چکے تھے۔

مرزا سلطان احمد صاحب کا دل نرم ہو چکا تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو بیعت سے نہ صرف منع نہیں کیا بلکہ جب وہ علی گڑھ کالج میں ایک ہڑتال میں شریک ہوئے اور حضرت اقدسؑ نے اس بنا پر انہیں جماعت سے خارج کر دیا تو اپنے بیٹے سے معافی کی درخواست لکھوائی تا وہ شمولیتِ جماعت کی سعادت سے محروم نہ رہیں۔ حضرت اقدسؑ کی وفات تک ان کی حالت اور بھی بہتر ہو چکی تھی۔ بلکہ اس امر سے علم ہوتا ہے کہ ایک آن کو حضورؑ کی وفات کا علم کشف کے ذریعہ ہوا۔ اور یہ امر حضورؑ سے روحانی نسبت کے آغاز کے باعث ہی ہو سکتا تھا۔ دوسرے مخالفین کے اکسانے کے باوجود حضرت اُمّ المومنینؓ اور آپ کی اولاد کے لئے کسی قسم کا فتنہ کا موجب بننے کی بجائے نہایت مصالحانہ رویہ دکھلایا۔ مرزا سلطان احمد صاحب کے خاندانی حالات اور بھی تدریجاً اصلاح ہو گئے۔ آپ کی دوسری شادی مرزا امام الدین صاحب کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ آپ کی زوجہ ثانی نے احمدیت قبول کر لی اور ان کے بطن سے آپ کے بیٹے مرزا رشید احمد صاحب بھی آغوشِ احمدیت میں آ گئے۔ بلکہ ان کی شادی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے گھر میں ہو گئی۔ مرزا کمال الدین مرزا امام الدین و مرزا نظام الدین حضرت اقدسؑ کے جدی شاخوں کی نسل قریباً منقطع ہو چکی تھی اب صرف ایک نوجوان مرزا گل محمد صاحب مرحوم پسر مرزا نظام الدین صاحب باقی تھے۔ انہوں نے ۱۹۲۰ء کے قریب احمدیت قبول کر لی۔ اسی طرح بیوہ مرزا فضل احمد صاحب نے بھی بیعت کر لی۔ اس وقت تائی صاحبہ کا دل بھی حد درجہ نرم ہو چکا تھا۔ وہ سمجھ چکی تھیں کہ حضرت اقدسؑ کا معاملہ مرزا احمد بیگ عالم کسی بھی نفسانی شائبہ سے پاک تھا۔

حضرت اقدسؑ کو اللہ تعالیٰ نے دن دونی اور رات چوگنی ترقی دی تھی۔ حضورؑ کی اولاد اور ہر ایک جو آپ سے وابستہ ہوتا تھا۔ ترقی پر ترقی پا رہا تھا۔ مرزا سلطان احمد صاحب کی اولاد اور مرزا گل محمد صاحب کی برائی احمدیت کے ساتھ وابستگی میں مضمر تھی۔ اس خیال کی تغلیط ہو چکی تھی کہ معاذ اللہ حضرت اقدسؑ خاندان کو بدنام کر رہے تھے وغیرہ۔ اسی وجہ سے تائی صاحبہ اس وقت تک کسی عزیز کے قبول احمدیت پر یا حضرت اُم المومنینؓ والے حصہ خاندان کے ساتھ قرابت میں آ رہے ہیں آئی تھیں۔ تائی صاحبہ کے متعلق وحی الٰہی نے بتایا تھا کہ حضرت اقدسؑ کو نفسانی آدمی سمجھتی ہیں اور فنا کرنا چاہتی ہیں۔ اس کے سوا تین سال بعد آپ کے متبنّٰی مرزا سلطان احمد صاحب کے بڑے صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب نے بیعت کر کے ان کے خیالات پر کاری ضرب لگا دی تھی۔ گو حضرت مسیح موعودؑ اپنی جائیداد کے تصرف سے اپنے بھائی مرحوم کی زندگی میں بے نیاز رہے اور اس وجہ سے شدید مالی مشکلات کو برداشت کرنا پڑا لیکن ان کی وفات کے بعد بھی محض اپنی بھاوج تائی صاحبہ کی دلداری کے مدنظر حضورؑ نے ان کی یہ بات مان لی تھی کہ وہ مرزا سلطان احمد کو متبنّٰی بنا لیں اور حضرت اقدسؑ نصف جائیداد کے نام انگریزی کی جائے ۔۔۔ وہ جائیداد براہ راست حضورؑ کے حصہ میں آ جاتی تھی۔ یہ حضورؑ کی نرم روی ہی تھی جس کی وجہ سے تائی صاحبہ کو کسی قسم کی مالی پریشانی نہ ہوئی ورنہ حضرت اقدسؑ ساری جائیداد یا اکثر حصہ جائیداد پر قابض ہو جاتے تو تائی صاحبہ اور ان کے نواسوں کو یقیناً مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑتا۔ اور مخالفت میں بہت کمی واقع ہو جاتی۔ لیکن اس سے وہ قبولِ حق کی طرف مائل نہ ہو سکتیں۔ لیکن حضورؑ کی دلداری نرم روی۔ اور بعد ازاں حضورؑ کی مبشرہ اولاد اور حضرت اُم المومنینؓ کی طرف سے غمخواری اور ہمدردانہ رویہ نے تائی صاحبہ کا دل نرم کر دیا اور اب وہ دوسرے رنگ میں سوچنے لگیں ان میں یقیناً نیکی کی روح تھی جو اللہ تعالیٰ کو پسند آئی۔ چنانچہ جب مسجد مبارک کے راستہ میں ان کے بھائیوں نے دیوار کھڑی کی تو اس امر کو تائی صاحبہ نے ناپسند کیا تھا اور مخالفت کی تھی۔ اسی طرح بعض اور امور میں بھی انہوں نے بعض مخالفین کے رویہ کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا تھا۔ عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ۱۹۰۳ء میں ان کے دل کی مخالفانہ حالت کا اظہار کیا تھا۔ اس سے بھی تین سال قبل ۱۹۰۰ء میں ان کے نیک انجام کے متعلق حضرت اقدسؑ کو اطلاع دی تھی۔ چنانچہ مرقوم ہے:-

"پیر سراج الحق صاحب نعمانی رض کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

"آج ہمیں تھوڑی دیر ہوئی الہام ہوا

تائی آئی

ہماری سمجھ میں اس کے معنی اور مطلب نہیں آیا۔ ہمارے کوئی تائی نہیں۔ نہ حقیقی نہ رشتہ کی ۔۔۔۔۔ ہم اسی خیال میں تھے کہ پھر الہام ہوا:-

تارہ آئی !"

(تذکرہ طبع ثانی ص ۳۷۷)

یعنی اللہ تعالیٰ نے خبر دی بذریعہ الہام کے تار دی کہ تائی صاحبہ سلسلہ احمدیہ میں آ جائیں گی۔ گویا اتنی لمبی عمر پائیں گی کہ اُن کا بھتیجا خلیفہ ہو گا اور پھر تائی صاحبہ احمدیت قبول کر لیں گی۔ چنانچہ انہوں نے ۱۹۲۱ء میں بیعت کر لی۔ اور پھر وصیت کر دی اور ۲۹؍دسمبر ۱۹۲۷ء کو فوت ہو کر بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئیں۔

اب مرزا سلطان احمد صاحب باقی رہ گئے تھے۔ آپ کی شدید مخالفت کے دوران میں بھی یہ جھلک دکھائی دیتی تھی کہ رحمتِ الٰہی ان کی دلداری کر رہی ہے تا وہ دور نہ چلے جائیں۔ چنانچہ ۱۸۸۳ء کے متعلق حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:-

"آٹھواں نشان اپنے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی وفات کی نسبت پیشگوئی ہے جس میں میرے ایک بیٹے کی طرف سے بطور حکایت عن الغیر مجھے یہ الہام ہوا

اے عمّی بازیٔ خویش کردی
و مرا افسوسِ بسیار دادی ۔۔۔

۔۔۔ بعد اس کے میرے پر کھولا گیا کہ یہ الہام میرے بھائی کی موت کی طرف اشارہ ہے چنانچہ میرا بھائی دو تین دن کے بعد ایک ناگہانی طور پر فوت ہو گیا اور میرے اس لڑکے کو اس کی موت کا صدمہ پہنچا۔"

(تذکرہ طبع ثانی ص ۱۱۹)

گویا حضرت اقدسؑ کو اپنے بھائی کی وفات کی خبر مرزا سلطان احمد صاحب کے غم (وتاپا) کے طور پر دی گئی۔ صاف نظر آتا ہے کہ مرزا صاحب کی دلداری مدنظر ہے اسی طرح تخمیناً فروری ۱۸۸۴ء کا واقعہ ہے حضورؑ فرماتے ہیں:-

"اس عاجز کے فرزند نے ایک خط لکھ کر مجھ کو بھیجا کہ جو میں نے امتحان تحصیلداری کا دیا ہے اس کی نسبت دُعا کریں کہ پاس ہو جاؤں اور بہت کچھ انکسار اور تذلل ظاہر کیا کہ ضرور دعا کریں۔ مجھ کو وہ خط پڑھ کر بجائے رحم کے غصہ آیا کہ اس شخص کو دنیا کے بارے میں کس قدر ہم اور غم ہے چنانچہ

اس عاجز نے وہ خط پڑھتے ہی بتمام تر نفرت و کراہت چاک کر دیا اور دل میں کہا کہ ایک دنیوی غرض اپنے مالک کے سامنے کیا پیش کروں۔ اس خط کے چاک کرتے ہی الہام ہوا کہ

"پاس ہو جاوے گا"

(تذکرہ طبع ثانی ص ۱۲۴)

اس میں بھی مرزا سلطان احمد صاحب کی دلداری نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی اور آپ نے ۲۵؍ دسمبر ۱۹۳۰ء کو بیعت کر لی۔ اور اس کے بعد ۲؍ جولائی ۱۹۳۱ء کو وفات پا کر بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی ذیل کی پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہوئی۔ ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں حضرت اقدسؑ یہ ذکر کر کے کہ بعض جدی اقارب وغیرہ کی نسبت بعض خبریں منکشف ہوئی ہیں رقم فرماتے ہیں کہ:

"ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جاوے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ کریں گے تو خدا ان پر رحم کے ساتھ رجوع کرے گا ... اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا۔ لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔"

(تبلیغ رسالت جلد اول ص ۶۲)

مزید کچھ رقم کرنے سے قبل اس شبہ کا ازالہ ضروری ہے جیسا کہ ایک مرتبہ یہ ظاہر ہو گیا تھا کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب دل سے احمدیت کے قائل نہیں تھے چونکہ بیمار اور لاچار تھے اس لئے دباؤ کے باعث انہوں نے احمدیت قبول کر لی۔ یہ بات سراسر دجل اور فریب ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سے مرزا صاحب کے بہت گہرے دوستانہ مراسم تھے اور عام طور پر سمجھا جاتا تھا کہ وہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ اس وقت کسی نے دباؤ نہیں ڈالا۔ بعد ازاں خلافت ثانیہ میں بالآخر مرزا صاحب کا کہنا تھا کہ یہ تو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ سلسلہ احمدیہ سچا ہے لیکن یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ دونوں فریق میں سے کونسا حق پر ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تحریک کی کہ آپ اتنا ہی اعلان کر دیں کہ میں سلسلہ احمدیہ کو سچا سمجھتا ہوں۔ چنانچہ مرزا صاحب نے یہ اعلان کر دیا۔ اگر ان پر دباؤ پڑا ہوتا تو یہ نہ کہتے کہ لاہوری فریق یا مبائع جماعت دونوں میں سے کونسی حق پر ہے اس کا فیصلہ نہیں کیا۔ کیونکہ معترض کے نزدیک

قریب و جوار اور اقارب میں اور نیز دیگر لوگوں میں تو مبائع افراد ہی تھے۔ ان کا یہ کسی قسم کا دباؤ تھا کہ جس کے نتیجہ میں مرزا صاحب نے ان کو ان کے مخالف فریق کے پایہ پر ہی سمجھا اور اس کا اعلان حضرت امام جماعت احمدیہ کو مرغوب تھا۔ احباب کو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب نے مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو بہشتی مقبرہ کے بالکل متصل جانب قریب اپنا بہشتی مقبرہ قائم کرنے کے لئے اراضی ہی دے دی تھی جو بعد النصر پر دباؤ کے اعتراض کا استیصال کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس کے بعد مرزا صاحب کہتے تھے کہ چھوٹے بھائی کی بیعت کرنے پر بات ہم آتی ہے۔ سال بھر ان کی یہی حالت رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو انشراح عطا کیا اور بیعت کر لی۔

آپ کی اراضی الگ تھی۔ آپ کے ایک صاحبزادہ اعلیٰ عہدہ پر سرکاری ملازم تھے۔ دوسرے صاحبزادہ اراضی کا انتظام کرتے تھے۔ ایک کی شادی حضرت اُم المومنینؓ کی برادر زادی سے اور دوسرے کی حضرت مولوی نورالدین کی پوتی سے ہو چکی تھی۔ مرزا صاحب کی اولاد آپ کی فرمانبردار اور خدمت گذار تھی۔ آپ کی پنشن لگی تھی۔ گویا حضرت اُم المومنینؓ کی اولاد مرزا صاحب سے محبت و شفقت کا سلوک کرتی چلی آتی تھی۔ اور مرزا صاحب کے یا ان کی اولاد کے کسی کام میں کبھی ذرہ سا بھی رخنہ نہیں پڑنے دیتے تھے۔ سو کس بات کے لئے دباؤ ڈالا گیا تھا۔ کسی کام کے رکنے یا خراب ہونے کا خطرہ لاحق تھا۔ البتہ حسن سلوک، مروّت، حسن خلق، اخوت اور شرافت اخلاق دباؤ ضرور رہا تھا اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا فضل دباؤ ڈال کر آپ کو جماعت میں کھینچ کر لے آیا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم۔

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے قبول احمدیت کے متعلق حضرت اقدس علیہ السلام کو ۳۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک رؤیا ہو چکا تھا جو ذیل میں درج کی جاتی ہے گو اس سے یہ استدلال سلسلہ کے لٹریچر میں میری نظر سے نہیں گذرا۔ فرماتے ہیں:-

"رؤیا۔ دیکھا کہ مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے۔ اور سب لباس سر تا پا سیاہ ہے۔ ایسی گاڑھی سیاہی کہ دیکھی نہیں جاتی۔ اسی وقت معلوم ہوا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے۔ اس وقت فرشتہ نے مجھ کو مخاطب ہو کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ تب وہ فرشتے ظاہر ہو گئے۔ اور تین کرسیاں معلوم ہوئیں اور تینوں پر وہ تینوں فرشتے بیٹھ گئے اور بہت تیز قلم سے کچھ لکھنا شروع کیا جس کی تیز آواز سنائی دیتی تھی اُن کے اس طرز کے لکھنے میں ایک رُعب تھا۔ میں پاس کھڑا ہوں کہ بیداری ہو گئی۔"

(تذکرہ طبع ثانی ص ۵۲۸)

مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین حضرت اقدسؑ کے مخالفین کے سرغنہ تھے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ، اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی جس طرح تذلیل کی تھی اس کا مختصر ذکر گذر چکا ہے بلکہ انہوں نے ایک امر کو عیسائی اخبار نور افشاں میں بھی شائع کیا تھا۔ یہ لوگ حضرت اقدسؑ کی مخالفت میں آریہ سماج کے بھی ممبر بن گئے تھے اور حضورؑ کے استعمال کے لئے انہوں نے اپنی چوٹی تک کا زور صرف کیا تھا۔ اور مرزا سلطان احمد صاحب کو حضرت اقدسؑ نے قرار دیا تھا کہ ان اقارب کی ہمنوائی کی ہے۔ اس لئے حضورؑ نے ان سے تعلق قطع کر لیا تھا۔ اس رؤیا میں بتایا گیا کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب فرشتہ سیرت اور حقیقی معنی میں آپ کے فرزند بن جائیں گے۔ گو اس وقت یہ حالت ہے کہ جو ظاہری تعلق فرزندی ہے وہ بھی قطع ہو چکا ہے اور وہ صلبی بیٹا لوز دشمن ہیں۔ رؤیا میں کہنا کہ "یہ میرا بیٹا ہے" یہ معنی رکھتا ہے کہ حقیقی روحانی فرزندی اُن کو حاصل ہو جائیگی۔ رؤیا یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ اس طرح فرزندی میں آنے سے اور فرشتہ بن جانے سے گویا وہ مرزا نظام الدین (جو گویا مخالفین کا مجسم ہیں) ماتم کا موجب بن جائیں گے یعنی حضرت اقدسؑ کے لئے تو وہ فرشتہ اور بیٹا بن جائیں گے اور مرزا نظام الدین کے رنگ کے مخالفین کے لئے مرزا سلطان احمد صاحب مجسم ماتم ہوں گے۔ گویا کہ مخالفین کے لئے ایسا سیاہ لباس زیب تن کیا ہوگا کہ جس کی گاڑھی سیاہی دیکھی نہیں جاتی۔ اور لا تبقی لک من المخزیات ذکراً کا ایک اور ظہور ہوگا اور دشمن جو یہ اعتراض کرتے تھے کہ حضرت اقدسؑ صادق ہوتے تو ان کا بڑا بیٹا ان کو قبول کیوں نہ کرتا ان کے گھر ہمیشہ کے لئے ماتم پڑ جائے گا۔

رؤیا میں یہ بھی بتایا کہ سلطان احمد کا فرشتہ بنتا ان کے لئے یہ امر اعزاز کا باعث ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ کے قرب میں ان کو تدفین میسر کر دی۔ وہ گویا وہ فرشتے کراماً کاتبین معلوم ہوتے ہیں۔ فرشتوں نے جو کچھ لکھا وہ میرا احمدی بلکہ مخالفین تک نے سن لیا اور فرشتوں نے ان کے قبول احمدیت کو لکھ دیا کہ یہ پیشگوئی وقوع میں آ گئی اور یہ امر مخالفین کو مرعوب کرنے والا ثابت ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ کہ حضرت اقدسؑ کے خاندان اور اقارب میں جو تغیرات واقع ہوئے ان میں بہت سے معجزات ظہور پذیر ہوئے۔ جو ہمارے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتے ہیں۔ اور معجزانہ رنگ میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ پسر موعودؓ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و علیٰ عبدک المسیح الموعود و بارک وسلم انک حمید مجید۔ آخر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ محمدی بیگم دختر مرزا امام الدین خواہر مرزا نظام الدین ہوتا تھی محمدی بیگم کی اولاد بھی احمدی ہو گئی تھی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

"ہفتہ تحریک وصیت"

۲۵؍ تا ۳۱؍ مارچ

جیسا کہ گذشتہ اعلان سے احباب جماعت اور عہدیداران کو پتہ چل گیا ہے کہ دفتر ۲۵؍ تا ۳۱؍ مارچ "ہفتہ تحریک وصیت" منایا جا رہا ہے۔ اس کو کامیاب بنانے کے سلسلہ میں امراء و صدران مالی اور پریذیڈنٹ صاحبان کی خدمت میں گذارش ہے کہ اپنی اپنی جماعتوں میں اس ہفتہ کو کامیاب بنانے کے لئے جلسے کئے جائیں جن میں وصیت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے دوستوں کو زیادہ سے زیادہ وصیت کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے اور جو موصی بقایادار ہیں ان کو بقایا کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی جائے۔ جن کی وصایا کسی وجہ سے منسوخ ہو گئی ہیں ان کو بحال کرانے کی تلقین کی جائے۔

حسب ضرورت رسالہ الوصیت اور فارم وصیت دفتر سے منگوالیں

جملہ مبلغین کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس ہفتہ خاص توجہ فرماویں تا یہ ہفتہ زیادہ سے زیادہ کامیاب ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

مبارک وجود

(از مکرم چوہدری محمود احمد صاحب عارف معاون ناظر امور عامہ قادیان)

مشہور مثل "آفتاب آمد دلیل آفتاب" کے مطابق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا مصلح موعود ہونا بالکل ظاہر و باہر ہے۔ کیونکہ اگر ایک طرف پیشگوئی درباره مصلح موعود کی جملہ تفصیلات پر نظر کی جائے اور دوسری طرف ان تمام صفات ذاتیہ اور دیگر کارناموں پر نگاہ ڈالی جائے تو حضرت امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ کے حق میں اس پیشگوئی کے پورا ہونے میں کسی طرح کا شبہ باقی نہیں رہتا چنانچہ دیکھئے

(۱)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ کس طور سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام اور پیغام زمین کے کناروں تک پہنچا جب حضور تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو جماعت اپنی تنظیم اور مالی پوزیشن کے لحاظ سے نہایت کس مپرسی کی حالت میں تھی چنانچہ آپ کی قیادت میں جماعت نے ہر اعتبار سے عظیم الشان ترقی کی اور تحریک جدید کے اجراء سے وہ نقشہ جمع ہوا جس کے ذریعہ مبلغین تیار ہو کر دنیا کے کونے کونے میں پہنچے اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا جھنڈا ان ملکوں میں گاڑا۔ اور مساجد تعمیر کیں۔ جہاں پانچوں وقت نعرۂ توحید بلند ہوتا ہے۔ کیا یورپ۔ کیا افریقہ کیا ایشیا اور امریکہ کوئی ملک بھی ایسا نہیں ہے جہاں تحریک جدید کے مشن قائم نہ ہوں۔ اور ان کے ذریعہ سینکڑوں غیر مسلموں کو راہ ہدایت نصیب ہو رہی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک اور ہر سال ان مشنوں میں ترقی ہو رہی ہے سچ ہے کہ آج دنیا میں احمدیت پر سورج غروب نہیں ہوتا۔

(۲)

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کو وہ قوت قدسی عطا فرمائی کہ آج آپ کی مقدس شخصیت کا غیر بھی معترف ہے۔ دنیا کے دور دراز ملکوں اور دور دراز علاقوں سے لوگ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں مرکز ربوہ میں جمع ہو کر آپ سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ اور جو مرکز میں نہیں آسکتے وہ حضور کے روح پرور خطبات وغیرہ سے مستفید ہوتے ہیں۔ اور روحانی بیماریوں سے صاف ہوتے ہیں۔ آپ پیشگوئی کے مطابق علوم ظاہری و باطنی سے پر کئے گئے ہیں۔ آپ نے اپنی تفسیر صغیر و کبیر کے ذریعہ ایسے ایسے عظیم الشان نکات بیان فرمائے ہیں جن کی مثال پہلے کسی مفسر کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔ آپ کا یہ نہ صرف جماعت احمدیہ پر بلکہ ساری دنیا پر احسان عظیم ہے۔ آپ کے ذہین و فہیم ہونے کی تجلی اس سے نظر آتی ہے۔ جیسا کہ پیشگوئی کے الفاظ میں درج ہے۔

(۳)

پیشگوئی کے الفاظ میں یہ بھی آتا ہے کہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان الفاظ کے معنی سمجھ میں نہیں آسکے لیکن خدائی نوشتوں کے مطابق یہ الہام بھی عظیم الشان رنگ میں پورا ہوا۔ اول اس طرح کہ آپ اپنی والدہ صاحبہ سے تین بھائی ہیں۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم آپ کے دست مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوگئے۔ گویا حضرت مصلح موعود کے ذریعہ تین سے چار بھائی بن گئے۔

دوسرے تاریخ اسلام میں اس وقت تین اسلامی مرکز تھے۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ اور قادیان۔ چوتھا مرکز ربوہ حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کوششوں اور قوت قدسیہ سے آباد ہوا۔

حضرت مصلح موعود کا وجود جماعت کے لئے بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا بھی موجب بنا۔ جماعت احمدیہ اپنی گذشتہ ۷۰ سالہ زندگی میں کئی قسم کے مصائب اور مشکلات سے دوچار ہوئی اور محض خدا کے فضل و کرم سے آپ کی رہنمائی سے کامیابی کے ساتھ آگے بڑھتی چلی گئی ۱۹۴۷ء کے خونین انقلاب کے وقت احمدی افراد کا مغربی پنجاب کی طرف بحفاظت منتقل ہو جانا۔ اور پھر ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں بھڑکائی گئی مخالفت کی [illegible] آگ سے احمدیوں کا بچ نکلنا یہ سب خدا تعالیٰ کے فضل اور احسان ہیں۔ اور یہ سب کچھ حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک وجود سے ہوا۔ جنہوں نے ان نازک اوقات میں جماعت کی رہنمائی فرمائی۔

(۴)

خدا تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اپنی رضا کے عطر سے ممسوح کیا۔ آپ کو اپنے الہام اور کلام سے نوازا اور بے شمار بشارتیں دیں۔ اور آپ کے ہر کام میں برکت دی۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ حضور کا ہر فعل خدا تعالیٰ کو محبوب اور مقبول ہے خدا کا سایہ ہر آن آپ کے سر پر ہے۔ آپ کی ہر مشکل وقت میں مدد فرماتا اور اپنے فضلوں سے نوازتا ہے۔ دشمنوں نے آپ کی مقدس زندگی کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ہر دفعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ کیونکہ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت دین اور اسلام کے لئے وقف ہے۔ آپ کا نام بمطابق پیشگوئی دنیا کے کناروں تک پہنچ چکا ہے۔ اور آپ کے مبارک ہاتھوں سے اشاعت اسلام کا وہ عظیم الشان کام ہو چکا ہے جس کی بنیادوں پر یہ سلسلہ قیامت تک قائم رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۵)

بیشک آج ہم اس پیشگوئی کے اس درخشندار ظہور کا تصور بھی آسانی سے ساتھ نہیں کر سکتے لیکن مستقبل قریب میں یہ پیشگوئی اور زیادہ عظیم الشان رنگ میں پوری ہو کر ساری دنیا پر روز روشن کی طرح ثابت کر دیگی کہ مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بابرکت وجود ہم سب کے لئے اور ساری دنیا کے لئے کس قدر موجب برکت ہے اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے اس بات کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے جو بولتا ہے جو سنتا ہے جو قادر ہے اور مالک ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا بھی درخشندہ ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ہر لمحہ حافظ و ناصر ہے اور حضور کا بابرکت سایہ ہم پر تادیر سلامت رکھے تا ہم اپنی آنکھوں سے اسلام اور احمدیت کی عظیم الشان فتوحات اور ترقیات کو آپ کی زندگی میں دیکھ لیں۔

آمین ۔

رپورٹ کارگذاری دفتر زائرین مقامی تبلیغ قادیان

بابت ماہ جنوری ۱۹۵۹ء

از مکرم بھائی اللہ دین صاحب انچارج دفتر زائرین بذریعہ نظارت دعوت و تبلیغ قادیان

عرصہ زیر رپورٹ میں آنے والے زائرین کی تعداد ۱۷۶ ہے جن کو قادیان کے جملہ حالات سے آگاہ کرتے ہوئے اس سرزمین میں "موعود اقوام عالم" کی آمد کی خبر دی جاتی رہی اور انہیں یہ بتایا جاتا رہا کہ جب دنیا میں برائی زیادہ ہو جاتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ دنیا کی اصلاح کے لئے اپنا کوئی برگزیدہ مبعوث فرماتا ہے۔ جو اگر اہل دنیا کو برائی سے باز رہنے اور نیکی کی تلقین کرتا ہے۔ جو اس کو مان لیتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوتے ہیں۔ اور نہ ماننے والے خدا تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوتے ہیں۔ جو مختلف صورتوں میں ان پر بھڑکتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ کا موعود اقوام عالم آیا۔ اس نے آکر اپنی تبلیغ سے دنیا کو خدا کی طرف بلایا۔ لیکن بہت تھوڑے تھے جنہوں نے قبول کیا۔ اور نتیجہ یہ تھا کہ مختلف رنگوں میں عذاب الٰہی کے وارث ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ

> دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

چنانچہ اسی کے مطابق خدا تعالیٰ کے حملوں کا شکار رہیں۔ اور اس وقت تک یہی حالت رہے گی۔ جب تک خدا تعالیٰ کے فرستادہ کو قبول نہ کریں۔

آنے والوں میں سے ذی علم افراد کو ٹریکٹ بھی دیئے جاتے رہے۔ اس ماہ میں دیئے جانے والے لٹریچر کی تعداد ۱۵۹ ہے۔

اب تک اس دفتر کے ذریعہ مقامات مقدسہ کی زیارت اور جماعت سے متعارف ہونے والے زائرین کی تعداد ۲۶۰۵۸ ہے اور اب تک اس دفتر کے ذریعہ تقسیم کردہ لٹریچر کی تعداد ۳۲۰۴۲ ہے۔

احباب دعا فرمادیں کہ ہماری اس کوشش کے ذریعہ سے زیادہ سے زیادہ سعید ارواح کو ہدایت نصیب ہو۔ آمین۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

یوم مصلح موعود ایدہ اللہ

اور

وقف جدید

۲۰ فروری کو جماعت ہائے احمدیہ "مصلح موعود" کا مبارک دن منا رہی ہیں "وقف جدید" بھی مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مبارک اور اہم کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ ہے۔

اسلئے امراء کرام و صدر صاحبان اور جملہ عہدیداران سے گذارش ہے کہ وہ یوم مصلح موعود کی مبارک تقریب میں احباب جماعت پر اس تحریک کی اہمیت واضح فرما دیں اور کوشش فرما دیں کہ تمام دوست وقف جدید میں شامل ہو جائیں۔ نیز اس بات کا بھی اہتمام کیا جائے کہ پوری طرح کوشش کر کے اپنی اپنی جماعتوں کے وعدے مکمل کر کے دفتر ہذا میں ارسال فرما دیں اور کوئی فرد ایسا نہ رہے جو اس تحریک میں شامل نہ ہو۔ امید ہے کہ احباب اس طرف پوری توجہ فرما دیں گے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(انچارج وقف جدید انجمن احمدیہ قادیان)

پیشگوئی دربارہ مصلح موعود اور اُس کا ظہور

اے فخرِ رسل قربِ تو معلومم شد
دیر آمدۂ ز راہِ دور آمدۂ

(۱)
مخبر صادق حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آنے والے مسیح کے متعلق خاص طور پر شادی کرنے اور صاحبِ اولاد ہونے کے متعلق پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا "یتزوّج ویولد لہ" (مشکوٰۃ مجتبائی ص باب نزول عیسےٰ بن مریم) کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کے ہاں اولاد ہوگی چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں
"کہ مسیح موعود کو خاندان سادات
سے تعلق دامادی ہوگا کیونکہ مسیح
موعود کا تعلق جس سے ولد ہے
"یولد لہٗ" کے موافق صالح
اور نیک اولاد پیدا ہو اعلےٰ
اور طیب خاندان سے چاہیئے
اور وہ خاندان سادات ہے"۔
(۲) (اربعین ۲۔ ص۳۶ حاشیہ)
اسی طرح حضرت الامام المعظّم المسلمین یحیٰ بن عقب کی پیشگوئی مندرجہ شمس المعارف الکبریٰ للشیخ احمد بن علی البونی المتوفی ۶۲۲ھ مطبوعہ مصر میں مسیح موعود کے زمانہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔
اسی ضمن میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ سہ
وَمَحْمُودٌ سَیَظْھَرُ بَعْدَ ھٰذَا
وَیَمْلِکُ الشَّامَ بِلَا قِتَالٍ
یعنی اس کے بعد محمود نام کا ایک اولو العزم شخص ظاہر ہوگا جو بغیر لڑائی اور جنگ کے (روحانی طور پر) ملک شام کا مالک ہو جائیگا
(۳) اسی طرح طالمود میں مسیح موعود کے متعلق پیشگوئی درج ہے کہ
"It is also said that he (the massiah) shall die and his Kingdome descend to his Son and grand Son."
یعنی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسیح اپنی آمد ثانی میں فوت ہو تو اس کا بیٹا اور پوتا اس کی بادشاہت کے وارث ہوں گے۔ (طالمود بائی جوزف بارکلے باب پنجم ص۳۷ مطبوعہ لنڈن ۱۸۷۸ء)

(۴) حضرت نعمت اللہ ولیؒ آنے والے مسیح کا نام بتاتے ہوئے فرماتے ہیں سہ
ا۔ح۔م۔د۔ دال مے خوانم
نام آں نامدار مے بینم
کہ کشفی طور پر مجھ کو بتایا گیا ہے کہ آنے والے مسیح کا نام احمد ہوگا۔ اس منظوم کلام میں آگے چل کر آپ فرماتے ہیں سہ
دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم
یعنی جب مسیح موعود کا دور پورا ہو جائیگا تو میں کشفی طور پر دیکھتا ہوں کہ اس کا بیٹا اس کی یادگار رہیگا۔
لہٰذا حضور اکرمؐ کی پیشگوئی کے تحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خاص شادی خاندان سادات میں حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہ سے ہوئی اور آپ کے ہاں نیک و پاک اولاد بھی پیدا ہوئی جن میں سے حسن و احسان میں آپ کا نظیر وہ بیٹا بھی پیدا ہوا جس کا نام نامی و اسم گرامی سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہے اَیَّدَہُ اللہُ متّعنا اللہ بطول حیاتہٖ جو انشاء اللہ آپؑ کا حقیقی جانشین ہے اور اکناف عالم میں اسلام کو پھیلانے میں روز و شب کوشاں ہے۔ جن کی نسبت حضرت مسیح موعودؑ نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ۔
"اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔
وہ صاحب شکوہ عظمت اور دولت ہوگا وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ ...... فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کانّ اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی ......"
چنانچہ مندرجہ بالا پیشگوئیوں کے ماتحت حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی "المصلح الموعود" ہیں۔ اور ان تمام صفات سے متصف ہیں جو مندرجہ بالا پیشگوئیوں میں درج کئے گئے ہیں بچپن ہی سے اللہ تعالےٰ نے آپ کو ذہین و فہیم بنایا اور چھوٹی عمر میں ہی اللہ تعالےٰ نے آپ کے ہاتھ میں جماعت کی باگ ڈور دی۔ جبکہ منکرین خلافت یہ کہہ کر مذاق اڑا رہے تھے کہ ایک بچے کے ہاتھ میں عنانِ خلافت دے کر جماعت کو برباد کیا جا رہا ہے مگر ان دنیاداروں کو کیا علم تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق کہ
"کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے اور کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے"۔
بڑے بڑے کہلانے والوں کی حقیقت کھل جائے گی چنانچہ اس بات پر زمین گواہ ہے اور آسمان شاہد ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اندر اللہ تعالےٰ نے اس بیحق خلیفہ اور مصلح موعود کو کس طرح دنیا کے کناروں تک شہرت دی آج دنیا کا کوئی خطہ نہیں جہاں احمدیت کا پیغام المصلح الموعود کے ذریعہ نہ پہنچا ہو حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو ترقی دے کر اکناف عالم میں پھیلا دیا۔ اور آپ کی زبان مبارک سے نئے نئے معارف و حقائق بیان کروا کر ان پیشگوئیوں کا پورا پورا مصداق آپ کو ثابت کر دیا اور اسبات کی تصدیق ہر شخص آپ کی تصنیفات خطبات اور تقاریر کو دیکھ کر سکتا ہے اور وہ صدر انجمن احمدیہ جس کے خزانہ میں صرف چند آنے تھے آج خدا کے فضل سے اس کا سالانہ بجٹ کئی لاکھ کا بنتا ہے جو اشاعت اسلام کے کام میں لگ رہا ہے۔ اس سے غیر ممالک میں تبلیغ ہو رہی ہے نئے نئے مراکز کھل رہے ہیں مساجد تیار ہو رہی ہیں اور مبلغین بیرونجات میں بھیجے جا رہے ہیں (الحمد للہ ثم الحمد للہ) اللّٰھم زد فزد۔
ان تمام امور پر غائر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ "یولد لہٗ" کی پیشگوئی کوئی معمولی پیشگوئی نہ تھی بلکہ اس میں بہت بڑا راز مخفی تھا جس کی تفاصیل کو مختلف بزرگوں نے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کھول کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو مصلح موعود کے قدموں میں خدمت دین کی بڑھ چڑھ کر توفیق دے اور حضور کو صحت و تندرستی کی کام کرنے والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔ خاکسار سید محمد یوسف خادم سلسلہ عالیہ احمدیہ [illegible] (بہار)

موصی احباب کے لئے لمحہ فکریہ

حصّہ جائداد اپنی زندگی میں ادا کرنا زیادہ ثواب کا باعث ہے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جاری فرمودہ "نظام وصیّت" میں جن مخلصین جماعت کو شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ ان پر جس طرح حصہ آمد کی ادائیگی ضروری اور لازمی ہے۔ اسی طرح ان کے لئے حصہ جائداد بھی وصیت کے مطابق اپنی زندگی میں ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔
اکثر موصی احباب اس خیال سے کہ اس کی ادائیگی وفات کے بعد ہوگی۔ اپنی زندگی میں اس اہم ذمہ واری یعنے حصہ جائداد کی ادائیگی میں غفلت سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ جو حصہ جائداد انسان اپنے ہاتھ سے اپنی زندگی میں ادا کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائے وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک زیادہ اور بہتر ثواب کا مستحق ہوگا۔ اور ادائیگی کرنے والے کے اپنے قلب میں بشاشت پیدا ہوگی۔ کہ اس نے اپنی ایک بڑی اور اہم ذمہ داری کو اپنی زندگی میں پورا کر دیا ہے۔
پس جماعت کے موصی دوستوں کو حصہ آمد میں باقاعدگی کے علاوہ حصہ جائداد کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دینی چاہیئے۔ تا وہ اپنی زندگی میں اس فرض کو ادا کر کے اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے وارث بن سکیں۔
امید ہے کہ جماعتوں کے عہدیداران مالی اس اہم ذمہ داری کی طرف موصی صاحبان کو توجہ دلاتے رہیں گے۔ (ناظر بیت المال قادیان)

اخبار احمدیہ بقیہ صفحہ اول ۔ قادیان ۱۷ فروری۔ آج صبح آٹھ بجے کار کے ذریعہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ ربہ پاسپورٹ پر چند روز کے لئے پاکستان تشریف لے گئے۔ آپ مع اہل و عیال بھی تا حال ربوہ ہی میں قیام فرما ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کو بخیریت واپس لائے اور سفر میں آپ کا ہر طرح حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

زکوٰۃ کو ادا کر کے اپنے اموال کو پاکیزہ کریں اور مواخذہ سے بچیں۔

شانِ مصلح موعود

(بقیہ از صفحہ ۲)

بہت ممکن ہے کہ مغربی ممالک کے اسلام کی طرف اس رجوع کی اور ہی توجیہات نکال لی جائیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اب اسلام کا خدا لوگوں کے دلوں کو اس طرف پھیر رہا ہے۔ اور وقت آتا ہے کہ مختلف اطراف دیوانہ سے ٹھوکریں کھا چکنے کے بعد مادہ پرستوں پر خالص روحانی قدروں کی اہمیت واضح ہوگی۔ اور انہیں اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کئے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا۔ تب حضرت مصلح موعود کے اس کارنامے کو بھی غیر معمولی قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا جو اس وقت محض تخم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور وہ مغرب کے وسیع و عریض علاقوں میں بکھیرا جا چکا ہے!!

چنڈی گڑھ ۱۴ر فروری۔ پنجاب سول سپلائز ڈیپارٹمنٹ کی آئندہ پوری طرح اوور ہالنگ کی جانے والی ہے۔ اس محکمہ کو ایک نئے سیکرٹری کے سپرد کر دیا جائے گا تاکہ انتظامات درست ہو جائیں۔ کیونکہ وسط اپریل سے حکومت غلہ کے ہول سیل کا کام شروع کرنے والی ہے بہرحال نئے سیکرٹری کی تلاش ہو رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہول سیل کا کام ایسا ہے کہ اس محکمہ کا سیکرٹری تجارتی تجربہ رکھنے والا کوئی شخص ہو جب ہی وہ کام چلا سکے گا۔ اس لئے سابق سیکرٹری کی خدمات دوسرے محکمہ کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی وجہ سے بھی حاصل نہ کی جا سکیں گی اس نئے سیکرٹری کو ایک ایسا عملہ رکھنا ہوگا جو ایک طرف مال پر نگاہ رکھنے والا ہوگا اور دوسری جانب وہ بیداری والے علاقوں میں مال اٹھانے کی بھی اہلیت رکھتا ہوگا۔ ریاستی حکومت نے اپنی تجویز مرکز کو ارسال کر دی ہے۔

نئی دہلی ۱۴ر فروری۔ آج یہاں پر اعلان کیا گیا ہے کہ صدر جمہوریہ ہند ۱۹ اپریل تک جنوبی ویتنام کا دورہ کریں گے! اعلان

اعتذار

حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی کی خدمت میں احباب جماعت کی طرف سے بغرضِ دعا بہت سے خطوط موصول ہوتے رہتے ہیں اور موصوف تمام ایسے دوستوں کے لئے التزام سے دعا بھی فرماتے رہتے ہیں مگر بوجہ ضعیف العمری ہر ایک کو جواب دینے سے معذور ہیں۔ امید ہے کہ احباب اسباب کا خیال رکھیں گے!

بتایا گیا ہے کہ صدر جمہوریہ ہند جنوبی ویتنام کے صدر نگو ڈن ڈیم کی دعوت پر وہاں جا رہے ہیں۔ خیال ہے کہ صدر جمہوریہ ہند چین کی دیگر ریاستوں کا بھی دورہ کریں گے۔

ہندوستان میں مویشیوں کی حالت

دستور ہند میں گاؤکشی پر اقتصادی مفاد کے پیشِ نظر پابندی لگانے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور اب ہندوستان کی اکثر ریاستوں میں گاؤکشی پر پابندی لگائی جا چکی ہے۔ جہاں تک ہندو اکثریت کے مذہبی جذبات کے احترام کا سوال ہے۔ وہ اپنی جگہ پر ہے لیکن جب آوارہ گائیوں کے ریوڑ کے ریوڑ فصلوں کو خراب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور دودھ نہ دینے والی گائیں اور بوڑھے اور کمزور بیل بھوک اور پیاس سے ضائع ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ تو رکھشا کرنے کے بعض مدعی لوگوں کی بے رحمی اور سنگدلی پر ضرور افسوس ہوتا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اقتصادی بنیادوں پر یہ مسئلہ روز بروز الجھتا جا رہا ہے۔ اور بجائے ملک کے لئے مفید ثابت ہونے کے مضر ثابت ہو رہا ہے۔ چنانچہ مورخہ ۱۲ر فروری کو انبالہ میں مویشیوں کی نمائش کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے مسٹر کندن لال ڈپٹی ڈائریکٹر انتظام مویشیان پنجاب نے جن حقائق سے پردہ اٹھایا ہے وہ اقتصادی نقصان کے آئینہ دار ہیں۔

ڈپٹی ڈائریکٹر صاحب نے فرمایا کہ:-

"ہندوستان میں دنیا کے کل مویشیوں کی تعداد کی نسبت سے ۲۲ فی صد مویشی پائے جاتے ہیں۔ اور تمام دنیا کی بھینسوں کی تعداد کی نسبت سے ہندوستان میں بھینسوں کی تعداد ۶۰ فی صدی ہے لیکن پوری توجہ اور دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے ہندوستان میں مویشیوں کی حالت بہت غیر تسلی بخش ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں فی کس دودھ کی پیداوار ۵۔ اونس ہے جبکہ اس کے مقابل پر امریکہ میں دودھ کی مقدار فی کس ۵۴ اونس ہے اور ڈنمارک میں ۴۰۰ اونس فی کس ہے"

(بحوالہ روزنامہ ٹریبون ۱۳ر فروری)

ہندوستان کے گئو رکھشک ملک کے لئے یہ اعداد و شمار درس عبرت دے رہے ہیں۔ گئو رکھشا اندولن کے حامیوں کا سر ندامت و شرم سے ضرور جھک جانا چاہیئے۔

برکات احمد راجیکی بی۔ اے

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ اخبار بدر ماہ فروری ۱۹۵۹ء میں ختم ہے

۱۲۶۲ مکرمی محمد امام صاحب غوری احمدی جڑچرلہ دکن ۲۸ر فروری ۱۹۵۹ء

۱۲۶۰ مکرمی سید عبدالہادی صاحب اورنگ آباد دکن " "

۱۱۶۳ " محسن خان صاحب مبلغ کیرنگ اڑیسہ " "

۱۲۶۱ " ڈاکٹر محمد احمد صاحب مدارس " "

۱۰۷۴ بیگم صاحبہ سیٹھ معین الدین صاحب حیدرآباد دکن " "

۱۲۷۳ مکرمی ایم۔ ایس سیٹھ محمد اعظم صاحب معین الدین صاحب حیدرآباد دکن " "

۱۲۶۳ " احمد صاحب ایم۔ اے فاضل دیوبند لکھنؤ یوپی " "

۱۳۳۲ " ایم ابراہیم صاحب پینگاڈی مالابار " "

۱۲۶۷ " منور علی خان صاحب ڈھینکانال اڑیسہ " "

۱۲۶۴ " اظہر بیگ صاحب کشن گنج بھاگلپور " "

۱۲۳۰ " حبیب محمد بشیر صاحب بینگل ٹلکتہ نمبر ۱۵ کلکتہ " "

۱۲۰۷ " حبیب محمد شفیع صاحب دیرہ " نمبر " " "

۱۲۳۴ " محمد رضوان الدین صاحب " نمبر ۱۲ " " "

۱۲۸۸ " شیخ قاسم داؤد صاحب ہرمکیہ بانده بمبئی " "

۱۲۲۳ مکرمی سید نصیر الدین صاحب پٹنہ بہار ۲۸ر فروری ۱۹۵۹ء

۱۲۶۴ " دی مبارک احمد صاحب بمبئی نمبر ۹ بمبئی " "

۱۲۶۵ " وی کے محی الدین صاحب بمبئی نمبر ۹ " "

۱۲۶۶ " ڈاکٹر اللہ رکھا صاحب بھرت پور بنگال ۲۸ر فروری ۱۹۵۹ء

۱۲۶۲ " محمد شمس الحق صاحب پنکال اڑیسہ "

۱۰۹۹ " قاضی حکیم الدین صاحب ملی پور کھیڑہ یوپی ۲۸ر فروری ۱۹۵۹ء

۱۰۲۴ " خواجہ غلام محمد صاحب بانڈی پورہ کشمیر ۲۸ر فروری ۱۹۵۹ء

۱۸۰۳ " حبیب اللہ صاحب میر اکدل سرینگر کشمیر ۲۸ر فروری ۱۹۵۹ء

۱۲۵۹ " اے مجید صاحب جمشید پور بہار " "

۱۰۰۲ " مومن حسین صاحب حیدرآباد دکن " "

(مینیجر بدر)